انصاراللہ

مارچ ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصراللہ خاں ناصر

فارسی منظوم کلام

سخن نزدم مراں از شہریارے ٭ کہ ہستم بر درے اُمّید وارے
میرے سامنے کسی بادشاہ کا ذکر نہ کر بس تو ایک دروازہ پر اُمیدوار کھڑا ہوں

خداوندیکہ جاں بخشِ جہان است ٭ بدیع و خالق و پروردگارے
وہ خدا جو دنیا کو زندگی بخشنے والا ہے اور بدیع اور خالق اور پروردگار ہے

کریم و قادر و مشکل کشائے ٭ رحیم و محسن و حاجت برآرے
کریم ہے اور قادر ہے اور مشکل کشا ہے رحیم ہے اور محسن ہے اور حاجت برار ہے

چوں آں یارِ وفادار آیدم یاد ٭ فراموشم شود ہر خویش و یارے
جب وہ یار وفادار مجھے یاد آتا ہے تو ہر رشتہ دار اور دوست مجھے بھول جاتا ہے

دلِ من دلبرے را تخت گاہے ٭ سرِ من در رہِ یارے نثارے
میرا دل دلبر کا تخت گاہ ہے اور میرا سر یار کی راہ میں قربان ہے

چہ گویم فضل اُو بر من چگون است ٭ کہ فضل اُوست ناپیدا کنارے
مَیں کیا بتاؤں کہ مجھ پر اُس کا فضل کس طرح کا ہے کیونکہ اس کا فضل تو ایک ناپیدا کنار سمندر ہے

عنایتہائے اُورا چوں شمارم ٭ کہ لُطفِ اُوست بیروں از شمارے
مَیں اس کی مہربانیوں کا شمار کیسے کروں کہ اس کی مہربانیاں تو حدِ شمار سے زیادہ ہیں

مرا کاریست باآں دِلستانے ٭ ندارد کس خبرزاں کاروبارے
مجھے اُس دلبر سے ایسا تعلق ہے کہ کسی کو بھی اس معاملہ کی خبر نہیں

(حجۃ اللہ۔ رُوحانی خزائن جلد ۱۲ صؔ ۱۴۹)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی

پیشگوئی دربارہ پنڈت لیکھرام

دینِ حق کی صداقت کا چمکتا ہوا نشان

ایڈیٹر

"مَیں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن ہے ان کے عقائد کی اصلاح چاہتا ہوں اور اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خدا کی جناب میں ہے اور نہ کسی اور عدالت میں۔ اور بایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔" (۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو مسیح موعود اور مہدی آخر الزمان کے طور پر مبعوث فرمایا تاکہ دین حق کے عالمگیر غلبہ اور قیام شریعت کے فرض کو سرانجام دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دی گئی خبر کے مطابق "یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْر" کا مشن دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے ساتھ انجام پانا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے عظیم الشان روحانی ہتھیار عطا فرمائے، جن سے آپ نے تمام مذاہب عالم کا مقابلہ کیا۔ آپ نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی فیوض وبرکات کو اپنے وجود سے پیش کیا۔ اور دنیا بھر میں منادی کی کہ جو طالبِ حق قرآن مجید کی صداقت کے زندہ نشانات دیکھنا چاہتے ہیں وہ آپ کی ذاتِ اقدس سے مشاہدہ کریں۔ چنانچہ آپ کی اس دعوت مقابلہ میں نئی جنم لینے والی تحریکات سامنے آئیں۔ جو دین حق کے خلاف برسرِپیکار تھیں۔ برصغیر ہندوستان جو مختلف مذاہب کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ اس کا ایک اجمالی خاکہ پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

---

(۱) سراجِ منیر

دینِ حق کے خلاف جدید تحریکات :-

عیسائیت کی یلغار تو تھی ہی۔ اور حکومت کے زیر سایہ بڑے بلند بانگ دعاوی اور ارادے لے کر برصغیر پہ عیسائی منّادوں کی فوج حملہ آور ہوئی۔ جبکہ دوسری طرف مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کے خلاف برصغیر کے ہندوؤں کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور وہ اپنی مذہبی، معاشرتی اور سماجی تحفظات کے لئے کوشاں تھے۔ جبکہ انہیں غیر ملکی آقاؤں کی طرف سے ایک گونہ ہمدردی اور موافق حالات بھی میسّر آئے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کے حالات کے بعد اہلِ ہنود کی سرگرمیاں تیز ہونے لگیں۔ ہندومت نے ایک نئی کروٹ لی۔ آریہ سماج۔ برہمو سماج۔ سناتن دھرم جیسے فرقے پیدا ہوئے اور انہوں نے منظم ہو کر مسلمان قوم کو شُدھ کرنے کی ٹھانی۔

پنڈت دیانند اور آریہ سماج :-

ہندو سیاست کے ناکام عزائم (۱۸۵۷ء) کے کچھ عرصہ بعد پنڈت سوامی دیانند نے آریہ سماج جیسی نسل پرست اور متعصب تحریک کی بنیاد رکھی۔ یہ تحریک بمبئی میں جنوری ۱۸۷۵ء میں قائم ہوئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان اور اس کے ماحول کی اقوام اور ممالک میں اقتدار حاصل کیا جائے۔ چنانچہ اس پروگرام کے لئے سوامی جی نے یہ قصد کیا کہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر بھرپور حملے کئے جائیں۔ اور ہندوؤں کے دل میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کی جائے۔ چنانچہ پنڈت دیانند نے اس غرض کے لئے ”ستیارتھ پرکاش“ جیسی دل آزار اور رسوائے زمانہ کتاب لکھی۔ جس میں نہایت دیدہ دلیری سے جھوٹ اور غلط بیانی پر مبنی قرآن مجید اور حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو متہم کیا گیا۔ یہ تحریک ابتداءً بمبئی سے اُٹھی مگر اسے زیادہ کامیابی پنجاب میں ہوئی۔ سوامی دیانند جی کی اس جدوجہد کا ذکر ”لائف آف احمد“ میں اس طرح مذکور ہے۔

”.....سوامی دیانند جی نے ۱۸۷۷ء میں صوبہ پنجاب کے متعدد مشہور اضلاع کا ایک طوفانی دورہ کیا۔ مباحثات کئے اور لٹریچر تقسیم کیا۔ جس کے نتیجہ میں اسی سال لاہور، امرتسر اور راولپنڈی میں آریہ سماج کی مضبوط شاخیں قائم ہوگئیں۔“ ؎

اسلام کے خلاف پہلے ہی اندرونی اور بیرونی فتنے موجود تھے۔ آریہ سماج کے فتنہ سے مسلمان بُری طرح متاثر ہوئے۔ اس موقعہ پہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اپنے دلائل و براہین کے ساتھ

؎ تاریخ احمدیت جلد اوّل صـــ ۲۱۶-۲۱۷

دینِ حق کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ شروع میں ملکی اخبارات میں مضامین کے ذریعہ مخالفین کے حملوں کا دفاع کیا اور پھر "براہین احمدیہ" کی عظیم الشان تصنیف کے ذریعہ قرآن کریم اور بانی اسلام حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان و عظمت کو قائم کیا۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنے مضامین کے ذریعہ پنڈت دیانند بانی آریہ سماج کے باطل عقائد کا رد بڑی شدت سے کیا۔ جب اس مقابلہ کا عام چرچا ہوا تو پنڈت جی نے اپنی خفت مٹانے کے لئے آپ کو مباحثہ کا چیلنج دیا۔ جسے حضرت اقدس نے منظور فرمالیا۔ لیکن پنڈت جی پھر خود ہی مباحثہ سے فرار اختیار کر گئے۔

اسی طرح برہمو سماج کی تحریک بھی آناً فاناً اُبھری اور اس کی نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونی ممالک میں بھی شاخیں قائم ہوئیں۔ مسلمانوں کے ایک طبقہ نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی۔ اس تحریک کا بھی حضرت اقدس نے مقابلہ کیا۔ اس کامیاب مدافعت کے بارہ میں رسالہ "کومدی" کلکتہ نے لکھا:۔

"عین انہی دنوں میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جو مسلمانوں کے ایک بڑے عالم تھے ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف کتابیں لکھیں اور ان کو مناظرے کے لئے چیلنج کیا۔ افسوس ہے کہ برہمو سماج کے کسی وِدوان نے اس چیلنج کی طرف توجہ نہیں کی۔" ۷

براہین احمدیہ کی تصنیف اور مخالفین کو مقابلہ کا چیلنج:۔

مذکورہ تحریکات کو دندان شکن جواب دینے کے بعد حضرت اقدس نے قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر کتاب براہین احمدیہ تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کا پہلا حصہ ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا۔ جس میں آپ نے جملہ مذاہب عالم کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن مجید کی حقیقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت میں جو دلائل ہم نے اپنی الہامی کتاب یعنی قرآن کریم سے پیش کئے ہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم ان سے نصف یا تیسرا حصہ یا چوتھا یا پانچواں حصہ ہی اپنے مذہب کے عقائد کی صداقت کے ثبوت میں اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھائے

"اگر دلائل پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے دلائل کو ہی نمبروار توڑ کر دکھادے تو میں بلا تامل اپنی دس ہزار کی جائیداد اس کے حوالہ کر دوں۔"

اس چیلنج کے جواب میں بعض مخالفین نے اس کتاب کا رد لکھنے کے جوش میں اعلانات کئے جس پر

---

۷ (رسالہ کومدی کلکتہ اگست ۱۸۹۲ء بحوالہ حیات طیبہ صـ۴۶)

آپ نے تحریر فرمایا:-

"سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقّف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں۔ بیکن کا اوتار دھاریں۔ ارسطو کی فکر اور نظر لاویں۔ اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں۔ پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے آلہہ باطلہ۔" [1]

پنڈت لیکھرام[2] میدان مقابلہ میں:-

اس موقعہ پر عیسائی صاحبان آریہ سماج یا برہمو سماج کے کوئی لیڈر براہین احمدیہ کے چیلنج میں اپنے عقائد کا اثبات اپنی الہامی کتب سے پیش کرتے اور کتاب لکھتے کوئی بھی حضرت اقدس کے اعلان کے مطابق میدان مقابلہ میں نہ آیا۔ سوامی دیانند جو براہین احمدیہ کے اس چیلنج کے بعد تین سال تک زندہ رہے بالکل خاموش رہے۔

البتہ آریہ سماج پشاور کے ایک شخص پنڈت لیکھرام آپ کے مقابل پر آیا اور ہمیشہ کے لئے آریہ دھرم کی ناکامی پر مہر ثبت کر گیا۔ اس نے ایک کتاب "تکذیب براہین احمدیہ" کے نام سے شائع کی جس میں سوائے سبّ و شتم اور ہزلیات کے اور کچھ نہ تھا۔ محض لایعنی باتیں تھیں۔ حضرت مولانا حکیم نور الدین ..... نے اس کا جواب "تصدیق براہین احمدیہ" کی صورت میں دیا۔ لیکن یہ شخص حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغض و عناد اور بد باطنی کا مظاہرہ پورے جوش و خروش سے کرتا رہا۔ اس نے اپنی کتاب کلیات آریہ مسافر کے حصہ اوّل (تکذیب براہین احمدیہ) میں سیّد المطہّرین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس قدر گندی زبان استعمال کی اور فحش الزامات لگائے کہ ان کا یہاں نقل کرنا کسی طور زیب نہیں دیتا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو لیکھرام کی اس یاوہ گوئی اور بد زبانی سے انتہائی تکلیف اور رنج تھا۔

حضرت اقدس کی طرف سے نشان نمائی کی دعوت اور پنڈت لیکھرام:-

۱۸۸۵ء میں ایک اشتہار (مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل) کے ذریعہ مذاہب عالم کے سربرآوردہ راہنماؤں کو آسمانی بشارتوں کے تحت نشان نمائی کی دعوت دی گئی کہ اگر وہ طالبِ صادق بن کر آپؑ کے یہاں ایک سال تک قیام کریں تو وہ ضرور اپنی آنکھوں سے دینِ حق کی حقانیت کے چمکتے ہوئے نشان مشاہدہ کر لیں گے اور اگر ایک سال رہ کر بھی وہ آسمانی نشان سے محروم رہیں تو انہیں دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے چوبیس سو روپے بطور ہرجانہ یا جرمانہ

---

[1] (براہین احمدیہ حصہ دوم سرورق ص ۲-۳-۴) [2] ابتداءً صوابی صوبہ سرحد میں پولیس ملازم تھا

پیش کیا جائے گا۔

نشان نمائی کی اس عالمگیر دعوت کے حضرت اقدس نے بیس[۲۰] ہزار کی تعداد میں اردو اور انگریزی اشتہارات شائع کئے۔ اور بڑے بڑے مذہبی لیڈروں، علماء، مصنفوں، مہاراجوں اور نوابوں کو بذریعہ رجسٹری ڈاک بھجوائے گئے۔

اس دعوت سے بیرونی دنیا میں تو کوئی ردّ عمل نہ ہوا۔ تاہم ہندوستان میں غیر مذاہب مبہوت رہ گئے۔ ہندوستان میں سے جن لوگوں نے قادیان میں آکر اس تجربہ اور آزمائش میں کسی حد تک رضامندی ظاہر کی وہ تین اشخاص تھے، منشی اندرمن مراد آبادی۔ پادری سوفٹ۔ پنڈت لیکھرام۔ مگر یہ آمادگی بھی محض نمائش تھی۔

پنڈت لیکھرام نے اگرچہ آمادگی کا اظہار کیا تھا مگر دجل و فریب سے فرار کی راہیں اختیار کرتا رہا۔ اسے امرتسر میں حضرت اقدس کا اشتہار ملا۔ اور ۳۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو اس اعلان دعوت کو اپنے مطلب و مراد پر ڈھالتے ہوئے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا کہ وہ قادیان میں ایک سال تک رہتے اور نشان دیکھنے کا خواہاں ہے۔ بشرطیکہ آپ اوّل دوسو روپے ماہوار کے کل ۲۴۰۰ روپیہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرمادیں اور اقرارنامہ تحریر کر دیویں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات و معجزات سے تسلّی نہ پاکر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ ۲۴۰۰ روپیہ ہرجانہ کے بلا عذر و حیلہ خزانہ سرکار سے مجھ کو مل جاوے اور وہ روپیہ تا انقضائے میعاد ایک سال کے خزانہ سرکاری میں مقفول رہے اس کے بعد واپس لینے کا آپ کو اختیار ہوگا۔ حضرت اقدس نے اس پر فرمایا کہ صرف اتنا کریں کہ قادیان، لاہور، پشاور امرتسر اور لدھیانہ کے آریہ سماج کی طرف سے یہ حلفیہ بیان بھجوا دیں کہ یہ صاحب ہمارے پیشوا ہیں۔

پنڈت لیکھرام نے یہ معقول مطالبہ قبول کرنے کی بجائے اخبارات میں حضرت اقدس کو بدنام کرنے کی مہم شروع کردی۔ اس نے سمجھا کہ اس کے مطالبہ کا جواب قطعی طور پر نفی میں ملے گا تو وہ اسے اپنی شہرت کا موجب بنالے گا۔ مگر جب حضرت اقدس نے ہر طرح آمادگی کا اظہار فرمایا اور ایک معقول طریقہ اس کے سامنے رکھا۔ تو اس نے کہا:۔

"آپ کو واجب تھا کہ پہلے ہی اشتہار میں صاف لفظوں میں شرط باندھتے کہ بطور قمار بازان کے چوبیس سو روپیہ لگایا جاوے گا تاکہ شرائط کی ترمیم تنسیخ نہ کرنی پڑتی۔" ؎

؎ کلیات آریہ مسافر ص۴۰۸

پنڈت لیکھرام دو ماہ کے لئے قادیان آیا۔ مگر بجائے حضرت اقدس کے پاس ٹھہرنے کے آپ کے مخالفین و معاندین کے پاس ٹھہرا۔ اور فتنہ انگیز ماحول کے باعث وہ شدتِ بُغض و کینہ میں اور بھی بڑھتا گیا۔ اور لگاتار سوقیانہ حملے کرتا رہا۔ پنڈت لیکھرام ۱۹۔ نومبر ۱۸۸۵ء تا ۱۳۔ دسمبر ۱۸۸۵ء قادیان میں مرزا امام الدین کا آلہ کار بن کر رہا۔ بالآخر یہ مطالبہ کیا

"ربّ العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو۔"

پنڈت لیکھرام کا اپنی نسبت نشان طلب کرنا اور مباہلہ:۔

فروری ۱۸۸۶ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر منشی اندرمن مراد آبادی اور پنڈت لیکھرام کے متعلق بعض انکشافات ہوئے۔ آپ نے الٰہی منشاء کے مطابق ان ہر دو سے پوچھا کہ کیا اُن کا اظہار کر دیا جائے۔ مراد آبادی صاحب تو خاموش رہے۔ لیکن پنڈت لیکھرام نے نہایت درجہ بے باکی سے تحریری اجازت بھجوادی۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔" ؎

پھر اس نے اپنی کتاب "خبطِ احمدیہ" میں پرمیشور سے سچے فیصلہ کی درخواست کرتے ہوئے لکھا:۔

"مَیں نیاز التیام لیکھرام ولد پنڈت تارا سنگھ شرما مصنّف تکذیب براہین احمدیہ و رسالہ اقرار صحیح بدرستی ہوش و حواس کر کے کہتا ہوں کہ مَیں نے اوّل سے آخر تک رسالہ سرمہ چشم آریہ پڑھ لیا .... مَیں اپنے جگت پتا کو ساکھی جان کر اقرار کرتا ہوں کہ...... اس سرشٹی کے آغاز میں جب انسانی خلقت شروع ہوئی پرماتما نے ویدوں کو شری اگنی وایو شری آدت شری انگرہ جیو چار رشیوں کے آتما میں الہام دیا مگر جبرائیل یا کسی اور چِٹھی رسان کی معرفت نہیں بلکہ خود ہی....... آریہ ورت سے ہی تمام دنیا نے فضیلت سیکھی۔ آریہ لوگ ہی سب کے استاد اوّل ہیں۔ کیونکہ تواریخ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ آریہ ورت سے باہر جو بقول مسلمان کے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر (۵ - ۶ ہزار سال میں) آئے ہیں اور تورات زبور۔ انجیل۔ قرآن وغیرہ لائے ہیں۔ مَیں دلی یقین سے ان پستکوں کے مطالعہ کرنے سے اور سمجھنے سے (باستثنائے ان باتوں کے جو وید مقدس اپ نشدوں یا شاستروں میں درج ہیں) اُن کی تمام مذہبی ہدایتوں کو بناوٹی اور جعلی۔ اصلی الہام کو بدنام کرنے والی تحریریں خیال کرتا ہوں...... لیکن میرا دوسرا فریق

؎ آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۵۰

مرزا غلام احمد ہے وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہے۔ اور اس کی سب تعلیموں کو درست اور صحیح سمجھتا ہے۔..... اے پرمیشور ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر۔..... کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔" [1]

راقم

آپ کا ازلی بندہ

لیکھرام شرما سبھاسد آریہ سماج پشاور

حال ایڈیٹر آریہ گزٹ فیروز پور پنجاب

پیشگوئی مصلح موعود۔ لیکھرام اپنے بغض و عناد کی انتہا پر:۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو لیکھرام کے بارہ میں اگرچہ بعض انکشافات ہو چکے تھے۔ مگر لیکھرام اپنے بغض و عناد میں آگے سے آگے بڑھ رہا تھا۔ (نشان نمائی کی دعوت پر صرف پنڈت لیکھرام کا ردّ عمل موضوع سخن ہے۔ اس لئے باقی غیر مسلموں کا ذکر قصداً چھوڑا جا رہا ہے) اسی اثناء میں قادیان کے ہندوؤں نے نشان نمائی کی درخواست کی۔ اگست ۱۸۸۵ء میں قادیان کے دس ہندو احباب مندرجہ ذیل

"[1]لچھمن رام۔ [2]پنڈت بھارامل۔ [3]بشن داس ولد رعدا ساہوکار۔ [4]منشی تارا چند کھتری۔ [5]پنڈت نہال چند۔ [6]سنت رام۔ [7]فتح چند۔ [8]پنڈت ہر کرن۔ [9]پنڈت بیجناتھ۔ [10]بشن داس ولد ہیرانند برہمن۔" [2]

حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ کے ہمسایہ لنڈن اور امریکہ والوں سے زیادہ نشان نمائی کے طالب اور حقدار ہیں۔ حضرت اقدس نے اس درخواست کو بلا تامّل قبول فرما لیا۔ چنانچہ حضرت اقدس نے دین حق کی صداقت کے زندہ و تابندہ نشان کے لئے ہوشیار پور کا بابرکت سفر اختیار کیا اور عالمی شہرت کی حامل ایک ایسی پیشگوئی فرمائی جس سے قرآن مجید اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر ہوتی تھی۔ یہ پیشگوئی مصلح موعود ایک نشان رحمت تھا۔ اور حسن و احسان میں نظیر، دنیا کے کناروں تک شہرت پانے والے پسر موعود کی بشارت تھی۔ خدا تعالیٰ سے خبر پا کر پیشگوئی پسر موعود کے بارہ میں حضرت اقدس نے فرمایا۔ (جس کی چند علامات یہ ہیں):۔

"رحمت کا نشان۔ مبارک سفر۔ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر۔ صاحب شکوہ

---

[1] (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صـ ۳۲۸ تاریخ احمدیت جلد دوم صـ ۹۰-۹۱)

[2] (تبلیغ رسالت جلد اوّل صـ ۵۲)

عظمت و دولت ۔ سخت ذہین و فہیم ۔ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جانے کے علاوہ اور متعدد نشانات بیان کئے گئے تھے ۔ مگر اس پر بھی پنڈت لیکھرام نے اس پیشگوئی کے مقابل پر تمسخر و استہزاء کرتے ہوئے ہرزہ سرائی کی ۔

پنڈت لیکھرام نے ۱۸ ۔ مارچ ۱۸۸۶ء کو اس "نشانِ رحمت" کی تضحیک کرتے ہوئے نہایت گستاخانہ اور مفتریانہ اشتہار شائع کیا ۔ اس نے لکھا :-

آپ کی ذرّیت بہت جلد منقطع ہو جائے گی ۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی ، نیز کہا کہ اگر کوئی لڑکا پیدا ہوا بھی تو وہ آپ کی پیشگوئی میں بیان شدہ صفات سے برعکس رحمت کا نشان نہیں زحمت کا نشان ثابت ہوگا ۔ وہ مصلح موعود نہیں مفسد موعود ہوگا ۔ وہ غبی اور کودن ہوگا ۔ علوم صوری و معنوی سے قطعی محروم ہوگا ۔

اس ازلی بدبخت نے پسر موعود سے متعلق پیشگوئی کی ایک ایک صفت کو اپنے تجویز کردہ الفاظ کے سانچے میں ڈھالتے ہوئے پوری بے شرمی سے لکھا :-

"خدا کہتا ہے جھوٹوں کا جھوٹا ہے ۔ مَیں نے کبھی اس کی دعا نہیں سُنی اور نہ قبول کی ۔" "خدا اس سفر کو نہایت منحوس بتلاتا ہے ۔" خدا کہتا ہے کہ "مَیں نے قہر کا نشان دیا ہے ۔" خدا کہتا ہے "اس کا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے ۔" "ناپاک اور پلید رُوح دی گئی ہے ۔" "وہ دیجور ظلم کھلا ہے ۔" "خدا کہتا ہے وہ آسمانی گولا نہایت منحوس ہے جو پاتال کو جاتا ہے ۔" "شاید وہ صاحبِ ذلّت و نحوست و نکبت ہوگا ۔" "خدا اُسے ناپاک بتلاتا ہے جس کو شیطان نے اپنی شیطنت اور بے حمیتی سے بھیجا ہے ۔" "خدا کہتا ہے وہ نہایت غلیظ القلب ہوگا اور علوم صوری اور معنوی سے قطعی محروم ہوگا ۔" اس رذیل کا نام قادیان میں بھی بہت سے نہ جانیں گے ۔" "اب تک تو آپ کے خالص اور دلی محبوں کا گروہ گھٹتا رہا ہے ۔ آئندہ بھی خدا کہتا ہے ۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃ رہیں گے ۔" اس اشتہار کے آخر میں لکھا :-

"قادیانی خدا کا ارشاد ہے کہ مَیں نے تجھ پر کچھ فضل و احسان نہیں کیا نہ کوئی رحمت کا نشان بھیجا ۔ یہ سب تیری کارسازی ہے اور سراسر جعل سازی ہے ۔ اور خدا کا یہ بھی فرمانا ہے کہ مَیں نے جو فضل و احسان کیا ہے سب آریوں پر کیا ہے اور وقتاً فوقتاً انہیں کو الہامات اور رغبت کی خبروں سے اطلاع دی ہے اور یہ سب فرقے جھوٹے مدعی ہیں ۔" ؎

؎ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۳ تا صفحہ ۴۹۹ شائع کردہ رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز مطبع مفیدِ عام مطبوعہ ۱۹۰۴ء

قارئین پنڈت لیکھرام کی اس گستاخانہ اور شرمناک تحریر سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ کے فرستادوں کی دلآزاری کر کے اپنی ہلاکت کو کیسے قریب سے قریب تر کر رہا تھا۔

پنڈت لیکھرام کی ہلاکت کے بارہ میں آسمانی خبروں کی تفصیل:۔

پنڈت لیکھرام جب قادیان میں آئے تو کچھ عرصہ حضرت اقدس کے مخالفوں کے پاس رہ کر واپس چلے گئے۔ وہ حضرت اقدس سے بار بار نشان طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میری طرف سے میرے حق میں جو پیشگوئی چاہو شائع کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔

اب ایک طرف پنڈت لیکھرام کی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر رکیک اور فحش الزام تراشی کرتے ہوئے قلم اور زبان چل رہی تھی۔ جبکہ دوسری طرف بڑی دیدہ دلیری سے اپنے بارہ میں پیشگوئی شائع کرنے کی اجازت دے رہا تھا۔ پس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف الزام تراشی اور بدگوئی ایک خنجر کا کام دینے والی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مندرجہ ذیل اخبار غیبیہ سے مطلع کیا گیا۔

۱۔ حضرت اقدس نے جب اس کے متعلق دعا کی تو الہام ہوا۔

عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ لَهٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ۔

یعنی "یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے۔ جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے۔ اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔" [1]

۲۔ اس الہام کے بعد جو ۲۰۔ فروری ۱۸۹۳ء کو جب حضرت اقدس نے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا کہ

"آج کی تاریخ سے جو ۲۰۔ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔" [2]

---

[1] اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۹۳ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم و آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ ص ۶۵۰

[2] اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۹۳ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم

"اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں"

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں اور (دینِ حق) میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کردوں۔ اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں۔ اور میری تائید میں اپنے عجیب کام دکھلائے ہیں۔ اور غیب کی باتیں اور آئندہ کے بھید جو خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں کے رو سے صادق کی شناخت کے لئے اصل معیار ہے میرے پر کھولے ہیں اور پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے ہیں۔ اس لئے ان روحوں نے مجھ سے دشمنی کی جو سچائی کو نہیں چاہتیں اور تاریکی سے خوش ہیں۔ مگر میں نے چاہا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے نوع انسان کی ہمدردی کروں۔"

(مسیح ہندوستان میں

روحانی خزائن جلد ۱۵ صـ۱۳)

۳- حضرت اقدس کو ایک الہام پنڈت لیکھرام کے متعلق یہ بھی ہوا

"یُقْضٰی امرہٗ فی سِتٍّ" [۱]

یعنی پنڈت لیکھرام کا معاملہ چھ[۶] میں ختم کر دیا جائے گا۔

۴- حضرت اقدس نے اشتہار ۲۰- فروری ۱۸۹۳ء کے ابتداء میں پنڈت لیکھرام کے متعلق مندرجہ ذیل فارسی اشعار بھی لکھے ؎

خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را ❊ کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ

اَلا اے دشمنِ نادان و بے راہ ❊ بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم ❊ بجُو در آل و اعوانِ محمدؐ

اَلا اے منکر از شانِ محمدؐ ❊ ہم از نُورِ نمایانِ محمدؐ

کراست گرچہ بے نام و نشاں است ❊ بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ [۲]

یعنی خدا تعالیٰ اس رذیل کیڑے کو خود جلا دے گا جو حضرت اقدس محمدؐ مصطفیٰ کا دشمن ہوگا۔ خبردار اے اسلام کے نادان اور گمراہ دشمن! تُو محمدّ صلی اللہ علیہ وسلم کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا رستہ جسے لوگ کھو چکے ہیں آؤ اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزندوں اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کے مددگاروں میں تلاش کرو۔ ہاں اے وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپؐ کے کھلے کھلے نُور کا بھی منکر ہے اگرچہ کرامت بے نام و نشان ہے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے اس کا مشاہدہ کرلے۔

۵- ۲- اپریل ۹۳ء کو حضور نے ایک کشفی منظر ایک اشتہار کے ذریعہ بیان فرمایا:-

"آج جو ۲- اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہِ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے۔ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل۔ گویا کہ اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہے۔ مَیں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں ملائک شدّاد و غلاظ میں سے ہے۔ اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور مَیں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ

---

[۱] استفتاء اردو حاشیہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۱۲۵ حاشیہ

[۲] آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ ص ۶۴۹

لیکھرام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں؟ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔" [۱]

۶۔ پھر آپ نے ۱۸۹۳ء میں ہی سر سیّد احمد خاں صاحب مرحوم کو اپنی کتاب "برکات الدعا" میں مخاطب کر کے فرمایا ؎

"اَیکہ گوئی گر دُعا ہا را اثر بودے کجاست	سُوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب
ہاں مکُن انکار زیں اسرار قدرت ہائے حق	قصہ کوتاہ کُن ببیں از ما دعائے مُستجاب

یعنی اے وہ شخص جو کہتا ہے کہ اگر دعا میں کچھ اثر ہوتا ہے تو وہ کہاں ہے۔ میری طرف آ کر میں تجھے دعا کا اثر سورج کی طرح دکھاؤں گا۔ تو خدا تعالیٰ کی باریک در باریک قدرتوں سے انکار نہ کر اور اگر دعا کا اثر دیکھنا چاہتا ہے تو آ اور میری دعا کا نتیجہ دیکھ لے۔ جس کے متعلق خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ قبول ہو گئی ہے یعنی لیکھرام کے متعلق میری دعا۔

۷۔ حضرت اقدس نے اپنی کتاب کرامات الصادقین مطبوعہ ۱۳۱۱ھ میں الہام الٰہی کے ذریعہ یہ خبر دی :-

"وعدنی ربّی واستجاب دعائی فی رجلٍ مفسدٍ عدو اللہ ورسولہٗ المسمّٰی لیکھرام الفشاوری واخبرنی انّہ من الھالکین انّہ کان یسبّ نبی اللہ ویتکلم فی شانہ بکلماتٍ خبیثۃٍ ۔ فدعوت الیہِ فبشّرنی ربّی بموتہ فی سِتّۃِ سنۃٍ اِنّ فی ذٰلک لاٰیۃ لِلطّالبین۔

یعنی خدا تعالیٰ نے ایک دشمن اللہ اور رسول کے بارہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتا ہے اور ناپاک کلمے زبان پر لاتا ہے جس کا نام لیکھرام ہے۔ مجھے وعدہ دیا اور میری دعا سُنی اور جب مَیں نے اُس پر بد دُعا کی تو خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔ یہ اُن کے لئے نشان ہے جو سچے مذہب کو ڈھونڈتے ہیں۔ [۲]

۸۔ کرامات الصادقین میں مزید وقت معیّن کا بھی ذکر فرمایا۔

---

[۱] برکات الدعا	روحانی خزائن جلد ۶	ص ۳۳

[۲] یہ عبارت حضرت اقدس کی کتاب سراج منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۱۳-۱۴ پر بھی ہے

"وَبَشَّرَنِیْ رَبِّیْ وَقَالَ مُبَشِّرًا ❊ سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ"

یعنی "مجھے لیکھرام کی موت کی نسبت خدا نے بشارت دی اور کہا کہ عنقریب تو اس عید کے دن کو پہچان لے گا اور اصل عید کا دن بھی اس عید کے قریب ہوگا۔

اگرچہ پنڈت لیکھرام کے متعلق فروری ۱۸۸۶ء سے اعلان کیا جا چکا تھا کہ اس شاتم رسول کے لئے ایک عبرتناک سزا مقدر ہے مگر اس کی مذکورہ تفصیلات آپ کو ۱۸۹۳ء میں بتائی گئیں۔ ان الہامات و کشوف کا خلاصہ یہ ہے:

اول: لیکھرام پر عبرتناک عذاب آئے گا جس کا نتیجہ موت ہوگا۔

دوم: یہ عذاب چھ سال کے عرصہ میں آئے گا۔

سوم: یہ عذاب عید کے ساتھ کے دن آئے گا یعنی عید کے پہلے یا پچھلے دن۔

چہارم: اُس کی ہلاکت ایک ایسے شخص کے ذریعہ سے مقدر ہے جس کی آنکھوں سے خون ٹپکتا ہوگا۔

پنجم: وہ "تیغِ بُرّانِ محمدؐ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھینچی ہوئی تلوار کا نشانہ بن کر کیفرِ کردار کو پہنچے گا۔

ششم: اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے سے کیا گیا تھا۔ اور وہ یہ کہ اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا تھا اور پھر اُسے جلا کر دریا میں ڈال دیا گیا تھا۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے حضور نے یہ پیشگوئیاں تفصیلی طور پر آئینہ کمالاتِ اسلام، برکات الدعا اور کرامات الصادقین میں شائع فرما دیں۔

تصویر کا دُوسرا رُخ:- قبل ازیں حضرت اقدس کے خلاف پنڈت لیکھرام کی گندہ دہنی اور تمسخر و استہزاء کا ذکر کسی قدر ہو چکا ہے۔ مگر ان واضح پیشگوئیوں اور آسمانی خبروں کے ساتھ اس کے لب و لہجہ میں اور بھی تندی و ترشی آئی چنانچہ تصویر کا دوسرا رُخ دیکھئے۔

پنڈت لیکھرام چونکہ حضرت اقدس کی پیشگوئیوں کو بالکل ہی ناقابلِ التفات سمجھتے تھے۔ اور جوں جوں حضرت اقدس کی طرف سے پیشگوئی کی وضاحت ہوتی گئی وہ شوخی و شرارت میں بڑھتے گئے۔ وہ اس وہم میں مبتلا تھے کہ جس طرح اس کی پیشگوئیاں کہ

"یہ شخص (یعنی حضرت مرزا صاحب) تین سال کے اندر ہیضہ سے مر جائے گا۔ کیونکہ (نعوذ باللہ) کذّاب ہے۔"

"تین سال کے اندر اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اس کی ذرّیت میں سے کوئی بھی باقی

نہیں رہے گا"۔ [۱]

چونکہ غلط ثابت ہوئیں۔ پس حضرت اقدس کی پیشگوئی بھی (نعوذ باللہ) جھوٹی ثابت ہوگی۔ اس طرح پنڈت لیکھرام اپنے بغض و عناد اور بد زبانی میں بڑھتا ہی رہا۔

پنڈت لیکھرام کا قتل :-

چھ سال کا عرصہ، عید کا ملحقہ دن اور عید الفطر کی آمد سے پنڈت لیکھرام کو دھڑکا لگا ہوا تھا اور اس نے احتیاطی تدابیر اختیار کی ہوئی تھیں۔ اس نے دو تنخواہ دار سپاہی اپنی حفاظت کے لئے اپنے مکان محلہ وچھو والی لاہور میں تعینات کر لئے تھے۔ [۲]

تاریخ احمدیت میں اس واقعہ کی تفصیل (الحکم ۲۸ ستمبر ۱۹۳۸ء کا حوالہ) یوں ہے :-

"۵۔ مارچ کو عید الفطر کا دن تھا جو بظاہر سکون سے گزرا لیکن اگلے دن (۶۔ مارچ کو) سات بجے شام لیکھرام مکان کی بالائی منزل پر بیٹھے سوامی دیانند کی سوانح عمری لکھ رہے تھے اور ایک شخص (جو شدھ ہونے کے لئے پاس بیٹھا تھا اور ۷۔ مارچ کو اسی کے باعث شدھی کی پہلی تقریب منانے کا اہتمام آریہ سماج بڑی دھوم دھام سے کرنے والی تھی) پاس بیٹھا تھا۔ اس دوران پنڈت لیکھرام تصنیف کے کام سے تھک کر ذرا آرام کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور انگڑائی لی۔ جس پر شدھ ہونے والے شخص نے ان پر خنجر سے ایسا بھرپور وار کیا کہ انتڑیاں باہر نکل آئیں اور لیکھرام کے منہ سے بیل کی طرح نہایت زور کی آواز نکلی جسے سن کر اس کی بیوی اور والدہ اوپر گئیں مگر قاتل غائب ہو چکا تھا۔ لیکھرام کو لاہور کے میو ہسپتال میں پہنچایا گیا۔ شام کا وقت تھا۔ ہسپتال میں اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم (جو اس وقت میڈیکل کالج میں تعلیم پاتے تھے) ڈیوٹی پر تھے۔ مگر انگریز سرجن ڈاکٹر پیری موجود نہ تھا۔ جب ڈاکٹر کے آنے میں تاخیر ہوئی تو لیکھرام نے بار بار کہنا شروع کیا "ہائے میری قسمت کوئی ڈاکٹر بھی نہیں بوڑدا" یعنی ڈاکٹر بھی نہیں پہنچتا۔ آخر بہت انتظار کے بعد قریباً نو بجے ڈاکٹر پیری بھی آپہنچا ...... ڈاکٹر پیری نے زخم سیئے۔ لیکن قریباً ۱۲ بجے جب وہ انتڑیاں وغیرہ صاف کر کے اور پیٹ میں داخل کر کے پیٹ وغیرہ سی کر ہاتھ دھونے لگا تو ٹانکے چھوٹ گئے اور اُن کو دوبارہ سینا پڑا۔ اس وقت پولیس والوں نے لیکھرام کا بیان لینا چاہا جسے ڈاکٹر پیری نے روک دیا کہ اس میں جان کا خطرہ ہے۔ اس طرح آخر شب ہو گئی اور بالآخر لیکھرام تڑپ تڑپ

۱؎ تکذیب براہین احمدیہ صفحہ ۳۱۱ (کلیات آریہ مسافر اسٹار پریس دہلی)

۲؎ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۱۹

کر ۸ بجے صبح چل بسا اور جس طرح پیشگوئی میں قبل از وقت بتایا گیا تھا سامری کے بچھڑے کی طرح اس کی ارتھی جلائی گئی اور اس کی راکھ دریا میں بکھیر دی گئی۔"[1]

مشہور آریہ سماجی پنڈت دیو پرکاش نے اپنی کتاب دافع الاوہام میں پنڈت لیکھرام کے واقعہ قتل پر لکھا:۔

"۱۳۔ فروری یا ۱۴۔ فروری ۱۸۹۷ء کو ایک شخص لالہ ہنس راج جی کے پاس گیا۔ پھر دوسرے روز دیانند کالج ہال میں دکھائی دیا۔ وہ پنڈت لیکھرام جی کو تلاش کرتا تھا۔ پھر پنڈت جی کو ملا۔ اس نے ظاہر کیا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ عرصہ دو سال سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اب پھر اپنے اصل دھرم میں واپس آنا چاہتا ہے۔ وہ پنڈت جی کے ساتھ سایہ کی طرح رہنے لگا۔ کھانا بھی عام طور پر پنڈت جی کے گھر ہی کھایا کرتا تھا.....

۶۔ مارچ کو صبح کے وقت ہی پنڈت جی کے مکان پر پہنچا۔ بعد ازاں پرتی ندھی کے دفتر سے ہوتا ہوا ریلوے اسٹیشن پر گیا۔ اُس روز پنڈت جی ملتان سے تشریف لے آئے...... جس مکان میں پنڈت جی کام کرتے تھے وہ گلی وچھو والی لاہور میں واقع ہے۔ اس کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

زینہ چڑھتے ہی چھت پر اس کے ساتھ لگا ہوا ایک برآمدہ ہے۔ اس میں پنڈت جی کام کیا کرتے تھے۔ دو طرف دیوار ایک طرف اندرونی کمرہ کا دروازہ جس میں ان کی ماتا اور دھرم پتنی بیٹھی تھی اور کواڑ بند تھا۔ چوتھی طرف بالکل کھلی ہوئی تھی۔ پنڈت جی چارپائی پر جا بیٹھے اور رشی دیانند کے جیون چرتر (سوانح عمری) کے کاغذات مکمل اور مرتب کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اور سفاک بائیں طرف بیٹھ گیا...... عین اس وقت جبکہ پنڈت جی...... تھکاوٹ کے سبب اُٹھ گئے ۷ بجے شام کے وقت انگڑائی لی۔ اُس وقت اس ظالم نے جو صبح سے موقعہ کی گھات میں تھا فوراً اُٹھ کر پنڈت جی کے پہلو میں چھرا گھونپ دیا۔ جس سے انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ پنڈت جی نے ایک ہاتھ سے انتڑیوں کو تھاما اور ایک سے چھری چھین لی۔ تب پنڈت جی کی ماتا اور دھرم پتنی اس کی طرف دوڑیں...... کچھ دیر کے بعد لوگ جمع ہو گئے اور پنڈت جی کو ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے زخموں کو ملاحظہ کیا اور سینے میں مصروف رہے اور کہا کہ اگر صبح تک بچ گئے تو امید زیست ہے ورنہ نہیں۔"[2]

پنڈت لیکھرام کی ہلاکت کے بعد آریہ سماجیوں نے بڑی شورش کی۔ بابو گھانسی رام نے اعلان کیا۔ کہ مرزا غلام احمد کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ پنڈت مدن گوپال سناتن دھرمی نے واضح اعتراف کیا کہ پنڈت لیکھرام

---

[1] تاریخ احمدیت جلد دوم صـ ۴۱۹۔ ۴۲۰

[2] تاریخ احمدیت جلد دوم صـ ۴۲۰۔ ۴۲۲

کے مارے جانے کی نسبت پیشگوئی پوری ہوئی۔ ہندو دکانداروں نے کئی مسلمان بچوں کو مٹھائی وغیرہ میں زہر دے دیا۔ ہندو اخباروں نے حضرت اقدس کے خلاف عوام اور حکومت کو مشتعل کیا۔ اور صریح لفظوں میں آپ کو قاتل قرار دیا۔ اور آپ کو قتل کی دھمکیوں کے خطوط لکھے۔ اور بڑی بڑی انعامی رقوم کا اعلان کیا۔ [۱]

"سلامت بر تو اے مرد سلامت" :-

حضرت اقدس کی ذات کو پنڈت لیکھرام کے قتل کا مورد و ملزم ٹھہرایا جا رہا تھا۔ مگر حضور کو ذرا بھی تشویش اور فکر نہ تھی۔ آسمان سے آپ کی سلامتی کی آواز آ رہی تھی۔ اس کا ذکر حضرت اقدس نے اپنی کتاب "نزول المسیح" میں یوں فرمایا:-

"جب میری پیشگوئی کے مطابق لیکھرام کے قتل ہو جانے پر آریوں میں میری نسبت بہت بہت شور مچا اور میرے قتل یا گرفتار ہونے کے لئے سازشیں کیں۔ چنانچہ بعض اخباروں نے ان باتوں کو اپنی اخباروں میں بھی درج کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہام ہوا

"سلامت بر تو اے مردِ سلامت"

چنانچہ یہ الہام بذریعہ اشتہار کے شائع کیا گیا اور اس وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مجھے مخالفین کے مکر و فریب اور منصوبوں سے محفوظ رکھا۔" [۲]

حضرت اقدس کے گھر کی تلاشی :-

جب ہندوؤں کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی تو حکومت پر زور دیا گیا کہ آپ کے خلاف قتل کا مقدمہ چلایا جاوے۔ گورنمنٹ کے مشورہ اور ماہر سراغ رساں اس واقعہ کی تحقیقات کے لئے مقرر ہوئے۔ لاہور اور امرتسر کے معزز مسلمانوں کی تلاشیاں لی گئیں۔ ۸۔ اپریل ۱۸۹۷ء کو مسٹر لیمارچنڈ ایس پی گورداسپور اور میاں محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ نے پولیس کی ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ آپ کے گھر کی بھی تلاشی لی مگر انجام کار یہی ہوا کہ آپ یا آپ کی جماعت کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔

آریہ سماجی لیڈر چونکہ آپ ہی کو اس قتل کا ذمہ دار سمجھتے تھے اس لئے حضرت اقدس نے طریق فیصلہ کے

---

[۱] تاریخ احمدیت جلد دوم و حیات طیبہ

[۲] روحانی خزائن جلد ۱۸ صـ ۵۷۱

لئے قسم کھانے اور قسم کھانے والے کے ایک سال تک حضرت اقدس کی بددعا سے بچ جانے پر اپنے اعتراف جرم اور لائق سزا ٹھہرنے کا اعلان کیا۔

حضرت اقدس کی اس دعوتِ قسم پر گنگا بشن داس نے جسارت کی مگر بعض غیر معقول شرائط لگا دیں حضرت اقدس نے ہر طرح سے اتمام حجت کیا مگر اسے کوئی بھی طریق فیصلہ قبول نہ ہوا۔

قتلِ لیکھرام کے بارہ میں ایک اہم شہادت :۔

مصنف حیاتِ طیبہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ نے مولوی محب الرحمٰن ابن حضرت منشی میاں حبیب الرحمٰن صاحب کی ایک شہادت درج کی ہے جس سے حقائق واضح ہوتے ہیں:۔

"خاکسار محب الرحمٰن عرض کرتا ہے کہ ۱۹۰۹ء کے قریب خاکسار کو ایک صاحب پنڈت گوکل چند ہیڈ ماسٹر نڈالوں ضلع ہوشیارپور نے بتایا کہ جس وقت پنڈت لیکھرام قتل ہوئے اس سے کچھ عرصہ پیشتر وہ ان سے سنسکرت پڑھا کرتے تھے۔ انہی دنوں ایک مسلمان ان کے پاس آیا جس نے سنسکرت پڑھنے کا شوق ظاہر کیا اور چند دن پڑھتا رہا۔ جس دن قتل ہوا اس دن وہ وہاں موجود تھے ...... جس وقت چھری اُسے لگی اس نے ماں کہہ کر آواز نکالی۔ اس کی والدہ دوڑتی ہوئی آئی تو دیکھا کہ قاتل بڑے اطمینان سے لیکھرام کے پاس سے چل کر سامنے ایک کوٹھڑی میں چلا گیا۔ لیکھرام کی والدہ نے بڑھ کر کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔ اور پولیس کو بتایا کہ قاتل اس کوٹھڑی میں ہے۔ اس وقت انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس موجود تھا۔ کوئی سپاہی کوٹھڑی کے اندر جانے کو تیار نہ ہوا۔ تو سپرنٹنڈنٹ پولیس خود ایک ہاتھ میں پستول اور ایک ہاتھ میں لالٹین (کیونکہ کوٹھڑی میں اندھیرا تھا) لے کر اندر گیا۔ اور اس نے لالٹین سے تمام کوٹھڑی کو اچھی طرح دیکھا اور کہا کہ یہاں کوئی نہیں۔ لیکھرام کی والدہ نے اصرار کیا کہ قاتل اسی کوٹھڑی میں ہے۔ اس پر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کہا کہ اگر مکھی بن کر نکل گیا ہو تو ممکن ہے۔ ورنہ انسان کے نکلنے کی کوئی جگہ نہیں۔ یہ واقعہ پنڈت گوکل چند صاحب نے حلفیہ بیان کیا تھا۔ اور میں بھی حلفیہ بیان کرتا ہوں۔"

الراقم محب الرحمٰن ۶۰/۲/۱۲ ؎

درد اور خوشی کے ملے جُلے جذبات :۔

پنڈت لیکھرام جیسے شدید دشمنِ دین اور عدوِّ رسول

؎ حیاتِ طیبہ ص ۱۷۲

کی ہلاکت بلا شبہ خدائے غیوّر کی قہری تجلّی کا ظہور ہے ۔ اس نشان صداقت سے حق و باطل میں امتیاز ہوا ۔ اور حق کا بول بالا ہوا ۔ خدا کے مسیح کے دل میں اپنے آقا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے انتہاء محبت و عشق تھا ۔ جس کے باعث ایک دریدہ دہن کے خلاف دعائے مستجاب کی یہ تقریب ہوئی ۔ ورنہ آپ کے دل میں ایک گونہ انسانی درد کی لہریں بھی اُٹھ رہی تھیں ۔ جس کا اظہار حضرت اقدس کی مندرجہ ذیل تحریرات سے ہوتا ہے :-

۱۔ " اس امر کو خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے کسی سے بُغض نہیں ہے ۔ اگرچہ مَیں لیکھرام کے معاملہ میں اس بات سے تو خوش ہوں کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہوئی مگر دوسرے پہلو سے مَیں غمگین ہوں کہ وہ عین جوانی کی حالت میں مرا ۔ اگر وہ میری طرف رجوع کرتا تو مَیں اس کے لئے دعا کرتا تا یہ بَلا ٹَل جاتی ۔ اس کے لئے ضروری نہ تھا کہ اس بلا کے رَدّ کرانے کے لئے وہ مسلمان ہو جاتا ۔ بلکہ اس قدر ضروری تھا کہ گالیوں اور گندہ زبانی سے اپنے منہ کو روک لیتا ۔ " [1]

۲۔ " مَیں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں ۔ ہاں جہاں تک ممکن ہے ان کے عقائد کی اصلاح چاہتا ہوں ۔ اور اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خدا کی جناب میں ہے نہ کسی اور عدالت میں اور بایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے ۔ ہم اس وقت کیونکر اور کن الفاظ میں آریہ صاحبوں کے دلوں کو تسلّی دیں ..... ایک انسان کے جان جانے سے تو ہم دردمند ہیں ۔ اور خدا کی ایک پیشگوئی پوری ہونے سے ہم خوش بھی ہیں ۔ کیوں خوش ہیں ؟ صرف قوموں کی بھلائی کے لئے ۔ کاش وہ سوچیں اور سمجھیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی صفائی کے ساتھ کئی برس پہلے خبر دینا یہ انسان کا کام نہیں ہے ۔ ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے ۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی ۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا ۔ زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بد زبانیوں سے باز آ جاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ مَیں اس کے لئے دعا کرتا اور مَیں اُمید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا ۔ وہ خدا جس کو مَیں جانتا ہوں اس سے کوئی بات انہونی نہیں ۔ " [2]

پنڈت لیکھرام ایک نادان اور گمراہ ، حق و صداقت کا دشمن تھا ۔ جس کے اپنے اقوال و اعمال ایک خوفناک ہلاکت پر منتج ہوئے ۔ اور وہ بنی نوع انسان کے لئے موجبِ عبرت ٹھہرا ۔ آج اس نشانِ صداقت پر سَو سال پورے ہو چکے ہیں ۔ اور صداقت کا یہ نُور پوری آب و تاب سے پھیل رہا ہے ۔

---

[1] حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۰۲   [2] سراجِ منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۸

ع مبارک وہ جو اب ایمان لایا

ایک مخلص محبّ ۔ حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب (آف بمبئی)

تحریر: ریاض محمود باجوہ

حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب، حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ایک معروف سعید فطرت رفیق تھے آپ کی نیک فطرت حق کی جستجو رکھتی تھی۔ جس نے بالآخر اپنی مراد کو پالیا۔

آپ کا خاندان:۔ حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب کا تعلق ہندوستان کی مشہور میمن قوم سے ہے۔ میمن قوم مسلمانوں میں سے متموّل اور دنیوی وجاہت رکھنے والی شمار ہوتی ہے۔ یہ لوگ تجارت پیشہ ہیں۔ اور سمندر کے ساتھ ساتھ بڑے شہروں خاص طور پر بمبئی، کراچی، پونا، کولمبو، مدراس اور کلکتہ میں تجارتی کاروبار ہے۔ دینی لحاظ سے صرف اسمًا اور رسمًا مسلمان ہیں۔ تاہم صدقہ و خیرات، خدمت خلق اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ عام معاملات میں دیگر کاروباری لوگوں کی نسبت اچھا نمونہ رکھنے والے ہیں۔

آپ کا مولد و مسکن:۔ حضرت سیٹھ صاحب ۱۸۷۴ء میں بمبئی میں سیٹھ آدم صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ یہیں کاروباری ماحول میں آپ نے تربیت پائی اور تجارت میں معروف ہوگئے۔ آپ کی دکان بمبئی کی جامع مسجد سے ملحق تھی اور آپ نیلی چھتری والے تاجر مشہور تھے۔

آپ کے والد صاحب سندھ (سعید آباد ضلع حیدر آباد) کے مشہور بزرگ پیر رشید الدین رحمہ صاحب العلم عرف ”پیر جھنڈے والے“ کے مرید تھے۔

حضرت پیر ”صاحب العلم“ سے ملاقات:۔ آپ کے والد صاحب حضرت سیٹھ صاحب کو بچپن ہی میں پیر صاحب کے پاس لے گئے۔ اور پیر صاحب سے عرض کی کہ اس کی بیعت لیں۔ پیر صاحب کے بیعت لینے

سے قبل سیٹھ صاحب نے پیر صاحب سے دریافت کیا کہ بیعت کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ پیر صاحب نے آپ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور توجہ فرما کر پانی لانے کا حکم دیا۔ جب پانی لایا گیا تو آپ نے دم کر کے سیٹھ صاحب کو پینے کے لئے دیا اور آپ کے والد صاحب کو کہا کہ تمہارا یہ لڑکا ایک بڑے بزرگ انسان کی بیعت کا شرف حاصل کرے گا۔

آپ کی بیعت کا پس منظر :-

آپ کی بیعت کا پس منظر بھی بڑا ایمان افروز ہے۔ ۱۸۹۳ء میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا علم پنجاب کے ان اخبارات سے ہوا جن میں حضور کے خلاف مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ آپ نے حضور کے دعویٰ سے متعلق لوگوں سے معلومات حاصل کیں۔ پھر بعض تصانیف منگوا کر مطالعہ کیں۔ جس سے سچائی آپ پر واضح ہوئی۔ فیصلہ کن قدم اٹھانے سے پہلے آپ نے فارسی زبان میں ایک خط پیر صاحب "پیر صاحب العلم" (جھنڈے والے) کی خدمت میں بھیجا اور اُن سے درخواست کی کہ "ہم تو دنیا دار ہیں اور روحانی آنکھ سے اندھے ہیں اور آپ لاکھوں انسانوں کے پیشوا اور راہنما ہیں۔ صاحب بصیرت ہیں۔ لہٰذا آپ حلفاً جواب دیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مہدویت و مسیحیت اپنے دعویٰ میں صادق ہیں یا کاذب۔ اگر آپ نے جواب نہ دیا اور سچے ہوئے اور ہم ہدایت سے محروم ہو گئے تو آپ خدا کے نزدیک اس کے ذمہ دار ہوں گے اور اگر وہ جھوٹے ہیں اور ہم نے نادانی سے ان کو مان لیا تو ہماری گمراہی کا وبال آپ کے سر ہوگا۔"

پیر صاحب نے اس خط کے جواب میں بعد القاب و آداب اپنی تین شہادتیں سیٹھ صاحب کو لکھ کر بھیجیں جو درج ذیل ہیں۔

شہادت اوّل :-

"ہمارے سلسلہ کا دستور ہے کہ نماز مغرب و عشاء کے درمیان حلقہ بنا کر اپنے مریدوں کے ساتھ ذکر الٰہی کیا کرتے ہیں۔

ایک روز اس حلقہ میں بحالت کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ہم نے آپؐ سے سوال کیا کہ یا حضرت یہ شخص مرزا غلام احمد کون ہے؟ تو آپؐ نے جواب دیا "از ماست" یعنی ہماری طرف سے ہے۔"

شہادت دوم :-

"ہمارے خاندان کا وطیرہ ہے کہ بعد از نماز عشاء ہم کسی سے کلام نہیں کرتے۔

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ

امان ۱۳۷۶ ہش

مارچ ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

جلد نمبر ۳۸

شمارہ نمبر ۳

شرح چندہ

پاکستان ساٹھ ۶۰ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ چھ ۶ روپے

اور سو جاتے ہیں ۔ یہی سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ ایک دن ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو ہم نے سوال کیا کہ حضور مولویوں نے اس شخص پر کُفر کے فتوے لگائے ہیں اور اس کو جھٹلاتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا " در عشقِ ما دیوانہ شدہ است " یعنی ہمارے عشق میں دیوانہ ہے ۔"

شہادت سوم :- " ہمارا سلسلہ اور خاندان تہجّد گذار ہے اس لئے ہم روزانہ رات کو تین بجے کے بعد اُٹھتے ہیں اور بعد نماز تہجد کروٹ پر لیٹے رہتے ہیں اور اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے ہیں کہ یہ بھی سنتِ رسولؐ ہے ۔ ایک دن اسی کروٹ لیٹنے کی حالت میں کچھ غنودگی طاری ہوئی اور آنحضرت صلعم تشریف فرما ہوئے اس وقت ہماری حالت نیند اور بیداری کے درمیان تھی تو ہم نے آپؐ کا دامن پکڑ لیا ۔ اور عرض کی یا رسول اللہ اب تو سارا ہندوستان چھوڑ عرب کے علماء نے بھی کفر کے فتوے دیئے ہیں تو آپؐ نے بڑے جلال میں تین بار فرمایا " هُوَ صَادِقٌ ، هُوَ صَادِقٌ ، هُوَ صَادِقٌ " یعنی وہ سچا ہے ، وہ سچا ہے ، وہ سچا ہے ۔ یہ ہے سچی گواہی جو ہمارے پاس ہے ۔ ہم آپ کی قسم سے سبکدوش ہو گئے ۔ ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے ۔"

راقم

رشید الدین پیر صاحب العلم

(الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۵۸ء مضمون مولانا عبد المالک خان صاحب)

حضرت پیر رشید الدین صاحب " صاحب العلم " کے ساتھ خط و کتابت کا تذکرہ :-

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت پیر رشید الدین صاحب " صاحب العلم " کی خط و کتابت کا تذکرہ اپنی کتب میں بھی فرمایا ۔ چنانچہ ضمیمہ انجام آتھم میں فرمایا :-

" اور دوسرے پیر صاحب العلم ہیں جو بلاد سندھ کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں ۔ جن کے مرید ایک لاکھ سے کچھ زیادہ ہوں گے اور باوجود اس کے وہ علوم عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور علماء راسخین میں سے ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے جو میری نسبت گواہی دی ہے وہ یہ ہے ۔

" اِنّی رأیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستفسرتہ فی امرک وقلتُ بیّن لی یا رسولَ اللہِ أھُوَ کاذبٌ مفتری أوصادقٌ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " إنّہ صادق ومن عند اللہ فعرفت انک علیٰ حق مُّبین ۔ وبعد ذٰلک لا نشکّ فی امرک ولا

نرتاب فی شانک ونعمل کما تامر۔ فان أمرتنا أن اذهبوا إلی بلاد امریکہ فانّا نذهب الیها وما تکون لنا خیرۃ فی امرنا وستجدنا ان شاء اللہ من المطاوعین۔" یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں دیکھا۔ پس مَیں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا صادق ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس مَیں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ اب بعد اس کے ہم آپ کے امور میں شک نہیں کریں گے اور آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ نہیں ہوگا اور جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم وہی کریں گے۔ پس اگر آپ یہ کہو کہ ہم امریکہ میں چلے جائیں تو ہم وہیں جائیں گے۔ اور ہم نے اپنے تئیں آپ کے حوالہ کر دیا ہے اور انشاء اللہ ہمیں فرمانبردار پاؤ گے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو اُن کے خلیفہ عبد اللطیف مرحوم اور شیخ عبد اللہ عرب نے زبانی بھی مجھے سُنائیں اور اب بھی میرے دلی دوست سیٹھ صالح محمد حاجی اللہ رکھا صاحب جب مدراس سے اُن کے پاس گئے تو انہیں بدستور مصدق پایا۔ بلکہ انہوں نے عام مجلس میں کھڑے ہو کر اور ہاتھ میں عصا لے کر تمام حاضرین کو بلند آواز سے سُنا دیا کہ میں اُن کو اپنے دعویٰ میں حق پر جانتا ہوں اور ایسا ہی مجھے کشف کی رُو سے معلوم ہوا ہے اور اُن کے صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ جب میرے والد صاحب تصدیق کرتے ہیں تو مجھے بھی انکار نہیں۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۱ صـ۳۴۴)

اسی طرح حضرت اقدس نے تحفہ گولڑویہ (روحانی خزائن جلد ۱۷ صـ۴۶۳) اور حقیقۃ الوحی نشان نمبر ۱۶ (روحانی خزائن جلد ۲۲ صـ۲۱۰) میں بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

آپ کی بیعت اور مخالفت:۔

حضرت پیر صاحب کے خط سے صداقت کھُل گئی اور جولائی یا اگست ۱۸۹۶ء میں حضرت سیٹھ صاحب نے تحریراً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد آپ کی شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ آپ نے اس مخالفت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ ایک دفعہ آپ کو بعض علماء نے لکھا کہ ہم آپ کو اکیلے میں سمجھانے آئیں گے۔ آپ نے ان کی اس تجویز کو مان لیا اور بجائے اس کے کہ وہ آپ کو کچھ سمجھاتے۔ آپ نے ان کو خوب تبلیغ کی۔" (الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۵۸ء صـ۵)

ایک دفعہ آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ میں تین وقت ظہر، عصر و مغرب کی نمازیں مسجد میں ادا کرنے جاتا ہوں لیکن تینوں وقت مجھے شدید گالیاں دی جاتی ہیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

"آپ جمعہ کی نماز زین الدین ابراہیم صاحب انجنیئر کے ساتھ پڑھا کریں۔ وہ مخلص احمدی ہیں اور باقی نمازیں آپ دکان ہی پر ادا کر لیا کریں۔" (روزنامہ الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۵۸ء ص۵)

قادیان میں آمد :-

آپ ۱۸۹۸ء میں پہلی بار قادیان آئے۔ پھر ۱۹۰۰ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس موقعہ پر عربی خطبہ کے سننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ جو "خطبہ الہامیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس موقعہ پر (بیت) اقصیٰ میں نماز عصر کے بعد ایک گروپ فوٹو بھی لیا گیا تھا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خدام میں حضرت سیٹھ صاحب بھی شریک تھے۔ یہ فوٹو حضرت سیٹھ صاحب کے گھر میں ..... تھا۔ اور اس پر گیارہ اپریل ۱۹۰۰ء بعد نماز عصر بموقعہ "خطبہ الہامیہ" لکھا ہے۔

حضرت سیٹھ صاحب گو تعلیمی لحاظ سے معمولی اردو اور گجراتی وغیرہ پڑھے ہوئے تھے مگر مذہبی معلومات، مطالعہ، اخبارات و رسائل اور کتب بینی کا بہت شوق تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ بہت ذہین تھے۔ وسیع مطالعہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق و محبت کے باعث آپ علم و عرفان میں ترقی کے ایک بلند مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔

آپ کا تعلقِ عقیدت اور اخلاص :-

۱۹۰۲ء میں جب حضرت مصلح موعود کی پہلی شادی حضرت ڈاکٹر رشید الدین صاحب ..... کی صاحبزادی سے ہوئی تو آپ نے ایک سرخ رنگ کی ترکی ٹوپی عمدہ مخملی بنوائی اور اس پر "دسلمہ" سے یہ الہام لکھوایا

"مُظْهِرُ الْحَقِّ وَالْعُلَا كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ"

اور حضرت اقدس سے درخواست کی کہ نکاح کے وقت یہ ٹوپی دولہا کو پہنا دی جائے۔ اس کے علاوہ ایک ریشمی اوڑھنی جس میں زریں فیتے وغیرہ ٹانکے تھے۔ دلہن کے لئے بھجوائی۔ اس کے جواب میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا :-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء		محبی عزیزی اخویم سیٹھ اسماعیل آدم صاحب سلمہ اللہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

آپ کا محبت نامہ اور اخلاص کا تحفہ جو آپ نے برخوردار محمود اور بشیر کی شادی کی تقریب پر بھیجا ہے یعنی ایک ٹوپی اور ایک اوڑھنی پہنچ گیا ہے۔ میں آپ کے اس محبانہ تحفہ کا شکر کرتا ہوں۔ اور آپ کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا میں اس کا اجر بخشے۔ آمین باقی خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ"

ویسے تو حضرت سیٹھ صاحب کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد خطوط تھے لیکن اس خط کے ساتھ آپ کو اس درجہ اُنس تھا کہ اسے اپنے سے جُدا کرنا ہرگز گوارہ نہ فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر "الحکم" نے آپ سے یہ اصل خط مانگا مگر آپ نے ..... اس کی فوٹو... نقل اتار کر دی تھی۔ مگر خط کو تبرّکاً اپنے پاس ہی رکھا۔

الفضل ۲۹۔ جنوری ۱۹۵۸ء صہ ۳ پر لکھا ہے کہ اس خط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی دُور بین نگاہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں ہی پیشگوئی مصلح موعود کے حقیقی مصداق کو پہچان لیا تھا۔

مولانا ابوالنصر آہ کا احمدیت قبول کرنا:۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی غلام لیسین "مولانا ابوالنصر آہ" کی بیعت میں بھی آپ کی معاونت شامل تھی۔ حضرت سیٹھ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"۱۹۰۲ء میں مولانا ابوالنصر صاحب نے ایک خواب دیکھا کہ میں اور میرا چھوٹا بھائی ابوالکلام قادیان گئے ہیں...... مرزا صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دینی مسائل میں مرزا صاحب سے گفتگو ہوئی۔ اس گفتگو کے دوران میں میرے بھائی ابوالکلام آزاد نے مرزا صاحب سے سخت کلامی کی۔ پاس ہی عینک لگائے ہوئے ایک بزرگ بیٹھے تھے ان کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے ابوالکلام کو ڈانٹ کر کہا

"چُپ کس ہستی کے ساتھ بے ادبانہ کلام کرتا ہے جس کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں۔"

اس عینک والے بزرگ کی بڑی زوردار آواز تھی اور اُس کی آواز میں ایک ہیبت تھی۔ جس سے فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ مولانا ابوالنصر صاحب نے اپنا یہ خواب مجھے سنایا تو میں نے اُن سے کہا کہ میرے پاس ایک گروپ فوٹو

ہے۔ اس میں حضرت مرزا صاحب کی تصویر بھی ہے۔ میں خود بھی اس تصویر میں ہوں۔ اگر میں آپ کو دکھاؤں تو آپ اس بزرگ کو پہچان لیں گے؟ انہوں نے کہا ہاں مجھے اُن کا چہرہ اچھی طرح یاد ہے۔ دو چار دن کے بعد حضرت سیٹھ صاحب فوٹو ان کے پاس لے گئے اور انہوں نے بڑے غور سے دیکھ کر اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ان کو بتایا کہ یہ مرزا صاحب ...... ہیں۔ اور عینک لگائے ہوئے بزرگ جنہوں نے میرے بھائی کو ڈانٹا تھا وہ یہ ہیں۔ تب سیٹھ صاحب نے ان کو بتایا کہ ان کا نام مولوی عبدالکریم سیالکوٹی ہے۔ ان کی آواز بہت بلند ہے اور ۱۸۹۶ء میں لاہور میں جو جلسہ مذاہب عالم ہوا تھا اس میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون سنانے والے یہی بزرگ ہیں۔ اس خواب کے تین سال بعد وہ اپنے چھوٹے بھائی کو لے کر ۲۔ مئی ۱۹۰۵ء کو نماز ظہر سے قبل قادیان پہنچے اور نہایت عقیدت کے ساتھ حضور کی خدمت میں جہاں باغ میں آپ مقیم تھے حاضر ہوئے۔ حضرت اقدسؑ ان کا حال دریافت فرماتے رہے۔ اس کے بعد حضور نے ان کو بہت قیمتی نصائح فرمائیں جن سے وہ بہت متاثر ہوئے اور بیعت کر لی۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۰۸-۴۰۹)

حضرت سیٹھ صاحب کی خدمات سلسلہ :-

۱۔ حضرت سیٹھ صاحب کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ جب سے احمدی احباب نے سمندر پار جانا شروع کیا تھا ان کی مہمان نوازی کے فرائض آپ بجا لاتے رہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... جب (مکہ معظمہ) اور مصر کے سفر پر تشریف لے گئے تو آپ کو شرف میزبانی حاصل ہوا۔ پھر اس سفر میں حضرت میر ناصر نواب صاحب بھی آپ کے مہمان رہے (اسی طرح) ایک اور موقعہ پر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی آپ کے مہمان رہ چکے تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ ۱۹۸)

۸ ستمبر ۱۹۳۴ء کو جب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سفر ولایت کے لئے بمبئی پہنچے تو حضرت سیٹھ صاحب کے ہاں ناشتہ کیا۔ اس وقت حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بھی ساتھ موجود تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ ۱۹۸)

۲۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... جب ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو کراچی سے بحری جہاز کے ذریعہ بمبئی پہنچے تو جماعت احمدیہ بمبئی نے اپنے امیر حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب اور مقامی (مربی سلسلہ) حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی قیادت میں حضور کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ حضرت سیٹھ صاحب کو اس وقت بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ اپنے مکان پر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... اور دیگر مہمانوں کی دعوت بھی کی۔ (الفضل ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱)

۳۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... آپ کی بہت عزت و احترام کرتے تھے۔ ۱۹۳۳ء میں حضرت شیخ یعقوب

علی صاحب عرفانی بمبئی کے پریذیڈنٹ تھے۔ مگر ۱۹۳۵ء میں حضرت شیخ صاحب کی موجودگی میں حضور نے پریذیڈنٹ کی بجائے امیر کا عہدہ منظور فرما کر حضرت سیٹھ صاحب کو بمبئی کا امیر مقرر فرما دیا۔ آپ ۱۹۴۸ء تک امارت بمبئی کے فرائض بجالاتے رہے۔ سوائے اس وقفہ کے جب کاروبار کی وجہ سے بمبئی چھوڑ کر پونا تشریف لے گئے۔"

(رسالہ حضرت سیٹھ اسماعیل آدم بمبئی والے صٓ مولفہ خواجہ محمد اسماعیل بمبئی والے)

۴- "آپ باوجود ضعیفی کے جمعہ اور جماعت کے دیگر اجتماعات میں شرکت فرماتے۔ پہلی بار مکرم چوہدری عبداللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی جب بطور امیر منتخب ہوئے تھے اس جلسہ کی صدارت حضرت سیٹھ صاحب ...... نے کی۔"

(الفضل ۲۹ - جنوری ۱۹۵۸ء صہ)

سیرت و اخلاق :۔

آپ بہت بااخلاق، ملنسار اور مہمان نواز تھے۔ مرکز سلسلہ سے آنے والے ہر شخص کی بے حد عزت کرتے اور ان کا خیال رکھتے۔ بنی نوع انسان کی بے حد ہمدردی تھی۔ آپ مستحق احباب کی مدد کرنے میں خوشی محسوس کرتے۔ ۱۹۰۰ء میں ایک احمدی سید محمد رضوی صاحب کسی وجہ سے نواب آف حیدر آباد دکن کے زیر عتاب تھے۔ وہ حیدر آباد دکن سے بمبئی آ گئے۔ نواب صاحب کی کوشش تھی کہ رضوی صاحب اُن کے سپرد کئے جائیں۔ مگر حضرت سیٹھ صاحب کی معاونت کی وجہ سے رضوی صاحب محفوظ رہے۔ آپ نے اُن کے لئے اپنا وقت، اپنا اثر و رسوخ اور اپنا پیسہ بھی خرچ کیا۔ اور پھر رضوی صاحب سے اس پر کچھ نہ مانگا۔ مگر رضوی صاحب نے خود اصرار کر کے ایک ہزار روپیہ ادا کر دیا۔

خواجہ محمد اسماعیل صاحب اپنے مرتبہ رسالہ "حضرت سیٹھ اسماعیل آدم بمبئی والے" میں لکھتے ہیں کہ :۔

"میں اپنے تجربہ کی بناء پر یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جس قدر ایسے رفقاء سے ملنے اور ان کی صحبت میں رہنے کا موقعہ میسر آیا جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہے یا اکثر اکثر فیضیاب ہوا کرتے تھے اُن میں ایک خاص نورِ ایمانی پیدا ہو جاتا تھا۔ یہ چیز حضرت سیٹھ صاحب میں بھی بہت حد تک پائی جاتی تھی۔"

آپ بہت عبادت گزار تھے۔ جمعہ کے روز دکان بند کر کے جمعہ پڑھانے جاتے اور کبھی ناغہ نہ کرتے۔ جماعتی اجلاسوں میں باقاعدگی سے شامل ہوتے۔ چندہ باقاعدہ ادا کرتے۔ سلسلہ کے کاموں کے واسطے بمبئی آنے والوں کی خاطر مدارت کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا فراخ دل بنایا تھا کہ کبھی انقباض محسوس نہ کرتے بلکہ جو کام بھی آپ کے ذمہ لگایا جاتا بخوشی اُسے سرانجام دیتے۔

باقی صہ۴۱ پر

طبّ و صحت

صحت برقرار رکھنے کے طریقے

ڈاکٹر لطیف احمد قریشی ۔ ایف آر سی پی (ایڈنبرا)

نوٹ: ادارہ حفظانِ صحت کے بارہ میں سلسلہ مضامین شروع کر رہا ہے۔ فضل عمر ہسپتال ربوہ کے معروف فزیشن سپیشلسٹ ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی ایف آر سی پی (ایڈنبرا) کے یہ مضامین یقیناً قارئین کے لئے مفید اور دلچسپی کا موجب ہوں گے۔ (ادارہ)

بچہ جب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو ایک محفوظ اور آرام دہ مقام سے، جہاں اس کی ہر ضرورت خود بخود پوری ہوتی چلی جاتی ہے، ایک ایسے مقام کی طرف آتا ہے جہاں ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہوتا ہے۔ ہر آنے والی سانس کے ساتھ مصائب کی ایک یلغار ہے جو اس پر حملہ کرتی ہے۔ ہوا میں بے شمار قسم کے ننھے ننھے جراثیم۔ مٹی کے ذرات۔ دھوئیں کے اثرات، غرض قسم قسم کی ضرر رساں چیزیں اس کے نتھنے سے جسم میں داخل ہوتی ہیں۔ وہ پانی پیتا ہے اور غذا کھاتا ہے تو اس میں بھی مختلف قسم کی چیزوں سے اس کا واسطہ پڑتا ہے۔ انسانی جسم کو سائنسی نظر سے دیکھا جائے تو یہ ایک حیرت انگیز مشین ہے۔ ہر ذرہ یا جراثیم یا غذا کا ٹکڑا جو جسم میں داخل ہوتا ہے جسم اس کو پرکھتا ہے۔ پہچاننے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر پہلی دفعہ اس سے واسطہ پڑا ہے تو اس کا چربہ تیار کرتا ہے۔ اور پھر یادداشت کی ایک وسیع لائبریری میں اس کا ریکارڈ محفوظ کر لیتا ہے۔ اگر پہلے بھی اس چیز سے جسم کا واسطہ پڑ چکا ہے تو فوراً لائبریری میں سے اس ریکارڈ کو نکالا جاتا ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ یہ مفید ہے یا مضر ہے۔ اگر مفید ہے تو جو فائدہ اس سے حاصل کرنا ہے وہ فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اگر مضر ہے تو فوراً جسم کی دفاعی طاقت بیدار ہو جاتی ہے اور چند لمحوں میں پوری قوت سے اس پر حملہ کرتی ہے اور جسم کو ان مضر اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ نظام جو اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو ودیعت کیا ہے، یہ ایک خودکار نظام ہے۔ اسے انگریزی میں IMMUNE SYSTEM کہتے ہیں۔ یہ خاموشی سے اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ انسانی زندگی سے ہر سانس کے ساتھ۔ پانی کے ہر

گھونٹ کے ساتھ۔ کھانے کے ہر نوالے کے ساتھ اس کا عمل جاری رہتا ہے۔ اور انسان کو علم بھی نہیں ہوتا کہ خدا کی رحمانیت کس طرح اس کی مدد کر رہی ہے۔ بڑے بڑے خطرناک جراثیم جسم میں داخل ہوتے ہی آن واحد میں لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ اور جسم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ایک زمانہ تھا کہ چیچک کا مرض عام تھا۔ بہت سے بچے اس بیماری سے فوت ہو جایا کرتے تھے۔ کئی اپنی آنکھوں کی بینائی کھو کر ہمیشہ ہمیش کے لئے اندھیروں کی دنیا میں گم ہو جاتے اور تقریباً ہر ایک جو اس بیماری سے متاثر ہوتا تھا وہ جلد پر گہرے نشانات کے ساتھ تمام عمر اس کی خوفناک یاد اپنے ہمراہ لئے رکھتا تھا۔ پھر اس سے بچاؤ کا طریقہ دریافت ہوا۔ وہ کیا تھا؟ یہی کہ دفاعی نظام میں ایک ٹیکہ کے ذریعے یہ تبدیلی پیدا کر دی جاتی تھی کہ جونہی یہ جراثیم جسم میں داخل ہوں فوری طور پر انہیں تباہ کر دیا جائے۔ اور ان کو افزائش اور نشوونما کا موقعہ نہ دیا جائے۔ تاکہ جسم ان کے مضر اثرات سے بچ جائے۔ پھر عالمی طور پر ایک پروگرام بنایا گیا اور تمام دنیا کے ملکوں نے مل کر اس پروگرام کو چلایا۔ اور پھر آج ایسا وقت آچکا ہے کہ تمام دنیا سے اس بیماری کا خاتمہ ہو چکا ہے۔

کئی اور بیماریوں کے قلع قمع کرنے کے لئے اس طریقے کو استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ پولیو۔ خناق۔ تشنج۔ کالی کھانسی۔ خسرہ وغیرہ کے کنٹرول کے لئے ایک عالمی پروگرام بچوں کی صحت کے لئے ہر ملک میں شروع کیا جا چکا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو ان خطرناک بیماریوں سے پاک کر دیا جائے۔ اور تمام انسان صحت مند زندگی گزار سکیں۔

IMMUNE SYSTEM بچہ کے پیدا ہوتے ہی کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ زندگی کے پہلے چھ[6] ماہ تو ماں سے حاصل ہونے والے اجزاء اس کی صحت کو برقرار رکھتے ہیں۔ اس دوران اس کا اپنا جسم بہت سی چیزوں سے مل کر اپنے دفاعی نظام کو چالو کر چکا ہوتا ہے۔ اور جب تک ماں کی طرف سے آئی ہوئی دفاعی اشیاء کا خزانہ ختم ہوتا ہے۔ اس کا اپنا جسم اس میدان میں خود کفالت کی طرف سفر شروع کر چکا ہوتا ہے۔ آئندہ ہم یہ بتائیں گے کہ یہ نظام کیسے ترقی کرتا ہے۔ اور کس طرح کام کرتا ہے۔

قارئین تصحیح فرمالیں:

شمارہ فروری صفحہ ۶ پر ساتویں شعر کے دوسرے مصرعہ کا ترجمہ "سوزِ روح کی آنکھ" کے الفاظ ہیں۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

عبدالسلام ۱۹۲۶ء-۱۹۹۶ء

نظری طبیعات کے عالمی راہنما

(ترجمہ از میگزین فزکس ورلڈ جنوری ۱۹۹۷ء)

مرسلہ: محترمہ حمیدہ بشیر احمد صاحبہ (ہمشیرہ ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام صاحب)

نوٹ: ڈاکٹر ٹام کبل (TOM KIBBLE) اور کرس ایشام (CHRIS ISHAM) امپریل کالج آف سائنس لندن میں ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام صاحب کے شعبہ نظری طبیعات میں پروفیسر ہیں۔ ہر دو پروفیسر صاحبان نے اپنے عظیم ساتھی کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے۔ (ادارہ)

- عبدالسلام اپنے عہد کے چوٹی کے نظری طبیعات دانوں میں سے تھے۔
- ۱۹۷۹ء میں طبیعات کے نوبل انعام میں آپ شریک تھے۔ آپ نے "الیکٹرو ویک نظریہ" پر کام کیا۔ یہ نظریہ "کمزور نیوکلیائی طاقت" اور "برقی مقناطیسی طاقت" کو متحد کرتا ہے۔ یہ نظریہ اب ذراتی طبیعات میں "اسٹینڈرڈ ماڈل" کا مستقل حصہ بن چکا ہے۔
- آپ تیسری دنیا کے غریب ممالک میں سائنسی ترقی کے لئے کوشاں ایک ان تھک مجاہد تھے۔
- آپ نے اٹلی میں عالمی ادارہ برائے نظری طبیعات قائم کیا۔ آپ اس کے سربراہ تھے۔
- آپ تیسری دنیا کے لئے قائم کردہ سائنس اکیڈمی کے بھی سربراہ تھے۔ یہ ادارہ بھی آپ نے قائم کیا۔

سلام صاحب ۱۹۲۶ء میں پنجاب کے ایک چھوٹے شہر جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد محکمہ تعلیم میں ایک چھوٹے افسر تھے۔ ۱۴ برس کی عمر میں سلام صاحب نے (میٹرک میں) ریکارڈ توڑ نمبر حاصل کئے اور وظیفہ پایا۔ پھر آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ آپ نے ۱۷ برس کی عمر میں ہی ریاضی میں ایک تحقیقی مضمون لکھا جو ایک رسالے میں شائع ہوا۔ یہ مضمون

"SOLUTION OF A SET OF SIMULTANEOUS NONLINEAR

"ALGEBRAIC EQUATIONS" کے بارے میں تھا۔ یہ ایک ایسا ریاضیاتی مسئلہ تھا کہ جس پر اُس وقت کے مشہور ہندوستانی ریاضی دان سری نواسا رامانوجن (SRINIVASA RAMANUJAN) نے بھی کام کیا تھا۔

سلام صاحب نے بطور طالبعلم ایسی ہی غیر معمولی ذہانت کا مظاہرہ یونیورسٹی آف کیمبرج میں بھی دکھایا۔ یہاں آپ نے طبیعات اور ریاضی میں ڈبل فرسٹ کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ نے کچھ مختصر عرصہ تک کیونڈش (CAVENDISH) لیبارٹری میں تجرباتی طبیعات کو آزما کر دیکھا لیکن آپ نے اس کو اپنی فطری صلاحیت کے مطابق نہ پایا تو اس کو چھوڑ دیا۔ پھر آپ نے سائنسدان نکولس کیمر (NICHOLAS KEMMER) سے درخواست کی کہ آپ کے لئے کوئی نظریاتی مسئلہ تجویز کیا جائے۔ جس پر آپ تحقیق کر سکیں۔ نکولس کیمر نے آپ کو پال میتھیوز (PAUL MATTHEWS) سے رابطہ کرنے کے لئے کہا کہ شاید اُن کے پاس کچھ مسائل باقی رہ گئے ہوں۔ پال میتھیوز (PAUL MATTHEWS) اُس وقت خود پی۔ ایچ۔ ڈی کے طالبعلم تھے۔ اور اُن کا تحقیقی کام آخری مراحل میں سے گزر رہا تھا۔

اس زمانے میں طبیعات دانوں کی خاص توجہ "DEVELOPMENT OF RENORMALIZATION THEORY" پر مرکوز تھی۔ (کوشش یہ تھی کہ ایسے ریاضیاتی طریقے کو تلاش کیا جائے کہ جس کی مدد سے کوانٹم الیکٹرو ڈائنامکس (QUANTUM ELECTRO DYNAMICS) (QED) کے حساب کتاب کو در پیش لایعنی حلوں سے بچایا جائے) اس وقت کے نامور سائنسدان جولین شونگر (JULIAN SCHWINGER) سن ایٹرو (SIN - ITIRO) ٹومو ناگا (TOMONAGA) رچرڈ فائن مین (RICHARD FEYNMAN) اور فری مین ڈائسن (FREEMAN DYSON) ان معاملات کو حل کرنے میں مصروف تھے میتھیوز (MATHEWS) ڈائسن (DYSON) کے طریقہ تحقیق کے مطابق "RENORMALIZATION THEORY" کا دائرہ "MESON THEORIES" پر بھی محیط کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت "MESON THEORIES" کے بارے میں خیال تھا کہ یہ "STRONG NUCLEAR" طاقتوں کی تشریح کرتی ہیں۔

اس پس منظر کے مدنظر پال میتھیوز (PAUL MATHEWS) (جن کے پاس سلام صاحب کو بھیجا گیا تھا) نے سلام صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ ڈائسن (DYSON) کے تحقیقی کام میں موجود رخنوں کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ پال میتھیوز (PAUL MATHEWS) اس وقت ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے جب سلام صاحب اس قدر مشکل کام کو مکمل طور پر حل کر کے چند دن کے اندر ہی لے آئے۔

اس طرح سلام صاحب میتھیوز (MATHEWS) کے ساتھی و طالبعلم بن گئے۔ اور اُن کے ساتھ امریکہ

اداریہ

سلسلہ احمدیہ کی بنیاد ــــ ۲۳ - مارچ کا مُبارک دن

"یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا"

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ماہِ مارچ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ جب سال ۱۸۸۹ء میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد پڑی۔ اور قدوسیوں کی ایک مختصر جماعت نے ۲۳۔ مارچ کو حضرت اقدس مسیح موعود و مہدیٔ معہودؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے احیاء و اشاعت دین کا عزم کیا ــــ آسمانی اشارے تو بہت پہلے سے ہو رہے تھے۔ جیسا کہ آپ کو کشفاً دکھلایا گیا کہ :-

"ایک باغ لگایا جا رہا ہے اور میں اس کا مالی مقرر ہوا ہوں۔" (حیاتِ احمد حصہ دوم)

پھر براہین احمدیہ کی تصنیف کے دوران کشفاً یہ نظارہ بھی دیکھا۔ فرمایا :-

"جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی اور جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے **قطبی** رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر ..... یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض وہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے لے لی۔ اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرتؐ نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجنابؐ کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مُردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا آنحضرتؐ کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آکھڑا ہوتا ہے اور آنحضرتؐ بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں جو نئے سرے زندہ ہوا۔ اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں۔ اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اُس نے

کے اعلیٰ تحقیقی ادارے "INSTITUTE FOR ADVANCED STUDY" واقع پرنسٹن (PRINSTON) میں ایک سال تک تحقیقی کام بھی کیا ۔ دونوں کی گہری دوستی اور ایک دوسرے سے تعاون کا ایک پائیدار دور شروع ہو گیا ۔

سلام صاحب کے پہلے تحقیقی مقالہ نے جو "RENORMALIZATION THEORY" سے متعلق تھا ، متعلقہ حلقوں میں ایک تہلکہ مچا دیا اور آپ کو عالمی سطح کے ماہرین طبیعات کی صف میں لا کھڑا کیا ۔

۱۹۵۱ء میں آپ واپس پاکستان لوٹ گئے اور پنجاب یونیورسٹی اور گورنمنٹ کالج لاہور میں ریاضی کے پروفیسر مقرر ہوئے ۔ آپ وہاں اپنی تحقیق جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے وطن کی ترقی میں حصہ لینا چاہتے تھے ۔ لیکن آپ کو تعاون یا حوصلہ افزائی نہ مل سکی اور تین سال کے بعد آپ کیمرج واپس آ گئے اور لیکچرار اور فیلو آف سینٹ جانز کالج بن گئے ۔

۱۹۵۷ء میں سلام صاحب امپیریل کالج لندن میں نظری طبیعات کے پروفیسر کے عہدہ پر فائز ہوئے ۔ جہاں ۱۹۹۳ء میں ریٹائر ہونے تک خدمات بجا لاتے رہے ۔ امپیریل کالج میں آپ شعبہ طبیعات کے سربراہ پیٹرک بلیکٹ (PATRICK BLACKETT) کی دعوت پر آئے تھے ۔ سلام صاحب نے اپنے خاص دوست پال میتھیوز (PAUL MATHEWS) کو بھی بطور ریڈر اپنے پاس بلا لیا ۔ آنے والے چند سالوں کے اندر انہوں نے مل کر اپنے ہاں نظری طبیعات کے چوٹی کے ماہرین کا گروپ قائم کیا ۔

امپیریل کالج گروپ کے ماہرین کی بنیادی تحقیق "PATTERNS OF SYMMETRY OF PARTICLE INTERACTIONS" کی تلاش تھی ۔ سلام صاحب کے ایک شاگرد YUVAL NE'EMAN نے "SU (3) SYMMETRY OF STRONG INTERACTIONS" کے ضمن میں اہم کامیابی حاصل کی ۔ سلام صاحب کا ذاتی میدانِ شوق "GAUGE THEORIES" کو استعمال کرتے ہوئے بنیادی طاقتوں کو متحد کرنا تھا ۔

۱۹۵۴ء میں یانگ (YANG) اور ملز (MILLS) نامی طبیعات دانوں نے "STRONG INTERACTIONS" کے سلسلے میں ایک اہم کام پیش کیا ۔ سلام صاحب نے اپنے ایک ساتھی جان وارڈ (JOHN WARD) کے ساتھ مل کر مندرجہ بالا کام کی طرز پر "WEAK INTERACTIONS" کی تشریح کی ۔ یہ تحقیق بڑھتے بڑھتے ۱۹۶۷ء میں آپ کی "ELECTRO WEAK THEORY" پر منتج ہوئی ۔ آپ کے نظریہ نے چند واضح پیشگوئیاں کی تھیں ۔ مثلاً W اور Z نامی نئے بنیادی ذرّات اور "NEUTRAL CURRENTS" کی موجودگی ۔ بعد میں یہ سب چیزیں نہایت شان سے یورپ کی

تجربہ گاہ "CERN" میں ثابت ہوگئیں۔

اس کامیاب نظریہ کے پیش کرنے پر آپ اور شیلڈن گلاشو (SHELDON GLASHOW) اور اسٹیون وائن برگ (STEVEN WEINBERG) (جن کا تعلق امریکہ سے ہے) کو ۱۹۷۹ء میں طبیعات کا نوبل انعام پیش کیا گیا۔ سلام صاحب نے اپنا کام جاری رکھا اور HIGHER SYMMETRIES اور مزید طاقتوں کے اتحاد کے لئے مصروف عمل رہے۔

آپ کو ریسرچ جاری رکھنے کی خاطر اپنا ملک چھوڑنے پر بہت دکھ تھا۔ چنانچہ آپ نے یہ عزم کیا کہ دوسروں کو ایسی مشکل سے بچانے کے لئے کچھ کر گزریں گے۔ آپ کے ذہن رسا میں ایک ایسے اعلیٰ مرکز کے قیام کا نقشہ ابھرا جہاں تیسری دنیا کے غریب ممالک سے نظری طبیعات دان بار بار آکر عالمی معیاری تحقیق سے فائدہ اٹھائیں۔ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آپ نے انٹرنیشنل اٹامک ایجنسی کے سامنے پاکستانی نمائندے کے طور پر یہ بات رکھی۔ بالآخر وہ لوگ قائل ہو گئے۔ پھر آپ نے اٹلی کی حکومت کو بھی اس مرکز کے قیام کے لئے زیادہ تر رقم مہیا کرنے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ یہ مرکز ٹریسٹ (TRIESTE) میں قائم کئے جانے پر بات طے ہوگئی۔

یہ ICTP (INTERNATIONAL CENTRE FOR THEORETICAL PHYSICS) کہلاتا ہے۔ جو ۱۹۶۴ء میں بنا۔ سلام صاحب اس کے سربراہ مقرر ہوئے۔ یہ مرکز نظری طبیعات کے بہت سے مضامین کی ترقی کے لئے کام کرتا ہے۔ تیسری دنیا کے بہت سے طبیعات دان یہاں بار بار آکر فیض پاتے ہیں اور واپس اپنے اپنے ملک میں جاکر خدمات بجالاتے ہیں۔ سلام صاحب نے ان آنے والے مہمان سائنسدانوں کے ساتھ مل کر کام بھی کیا۔ آپ یہ خصوصی شفقت نوجوان سائنسدانوں کے ساتھ بالخصوص کیا کرتے تھے۔

سلام صاحب کے ساتھ براہ راست کام کرنا بھی بڑے دل گردے کا کام ہوا کرتا۔ بہت سوں نے یہ چیلنج قبول کیا لیکن کم ہی تھے جو کام کا دباؤ زیادہ دیر برداشت کر سکے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ سلام صاحب کے لئے مسلسل ۱۵۔ گھنٹے کام کرتے رہنا ایک عام سی بات تھی۔ سو آپ یہ حسن ظن رکھتے کہ آپ کے ساتھ تحقیق کرنے والا نوجوان سائنسدان بھی ایسا ہی جذبہ رکھتا ہوگا۔

عموماً ایسا ہوتا کہ آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کو صبح ۵ بجے فون کی گھنٹی نیند سے جگا دیتی۔ یہ فون سلام صاحب کا ہی ہوتا تھا۔ آپ علی الصبح جاگ جایا کرتے تھے۔ پھر فون ہوتا اور سلام صاحب۔ آپ جاری تحقیق کے بارے میں اپنے تازہ خیالات کا اظہار کرتے۔ طویل قسم کے ریاضیاتی فارمولے بیان کرتے اور وہ بھی

بڑی رفتار کے ساتھ ۔ فارمولوں کی باریک شقیں بیان کرتے وقت وہ عام طریقہ کار سے ہٹ کر اپنا ایک ذاتی انداز اپناتے ۔ اور اس طرح فارمولوں کو چار چاند لگ جاتے ۔

جہاں آپ کے ساتھ کام کرنا ایک مشکل امر تھا وہاں آپ ایک مقناطیسی شخصیت کے مالک تھے جو اپنے رفقاء کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی ۔ ان رفقاء میں ہر طرح کے افراد شامل تھے ۔ ساتھی سائنسدان بھی اور ICTP کے دفتر کا عملہ بھی جو آپ کے دفتری امور کو سنبھالتا تھا ۔

سلام صاحب کی ذات میں گہرائی تھی ۔ آپ سے ملنے والوں کو مختلف حالات میں آپ سے ملاقات کر کے مختلف تجربات ہوتے ۔

آپ کے نوجوان رفقاء کے دلوں میں ہمیشہ آپ کے لئے بہت عزت اور محبت کے جذبات موجزن رہتے ۔ اور اب اُن کے پاس "سلام صاحب کے واقعات" کے نام سے (آپ کے پاکیزہ مزاح اور گرم جوش شخصیت کی باتیں) ایک بڑا ذخیرہ اُن کے ذہنوں اور دلوں میں محفوظ ہے ۔ امید ہے کبھی وہ یہ سب کچھ بیان کریں گے ۔

۱۹۵۸ء اور اس کے بعد کے سالوں میں آپ صدر ایوب خان کے سائنسی مشیر رہے ۔ آپ نے عالمی امور میں اہم کردار ادا کیا ۔ مثلاً آپ اقوام متحدہ کی مشاورتی کمیٹی برائے سائنس اور ٹیکنالوجی کے ممبر اور صدر رہے اور اہم فرائض سر انجام دیئے ۔

صدر ایوب کے بعد پاکستانی حکومتوں سے آپ کے تعلقات رفتہ رفتہ ماند ہوتے گئے ۔ حتی کہ ۱۹۷۴ء میں یہ تعلقات تقریباً ختم ہو گئے ۔ کیونکہ ذوالفقار علی بھٹو نے جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دے دیا تھا سلام صاحب اس جماعت کے فرد تھے ۔ (بعض لوگ احمدیوں کو کافر کہتے ہیں ۔ کیونکہ احمدی حضرت مرزا غلام احمد کو مہدی موعود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام سمجھتے ہیں) اس مذہبی منافرت کے باعث سلام صاحب کی اپنے ملک میں کما حقہٗ قدر نہیں ہوئی ۔

آپ ہمیشہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ تیسری دنیا کی ترقی کے لئے یہ از حد ضروری ہے کہ اس کے ممالک اپنے ہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کا بنیادی ڈھانچہ بہتر بنائیں ۔ آپ اسلامی ممالک پر بالخصوص زور دیتے کہ وہ سائنس میں دوبارہ آگے آئیں ۔ اس موضوع پر آپ کے مضامین میں ایک خاص درد پایا جاتا ہے ۔ آپ کا ایک اور اہم کارنامہ تیسری دنیا کے لئے "تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنس" نامی ادارہ کا قیام ہے ۔ آپ اس کے پہلے صدر تھے ۔

سلام صاحب کو اَن گنت اعزازات عطا ہوئے ۔ جن میں اعزازی طور پر KNIGHT بنایا جانا (KBE) ۔ امریکہ اور (سابق) سوویت یونین کی سائنس اکیڈمیوں کی رکنیت ۔ بھی شامل ہیں ۔ صرف ۳۳ برس کی عمر میں

آپ رائل سوسائٹی (انگلینڈ) کے ممبر بنے۔ آپ سب سے کم عمر ممبر تھے۔ بعدازاں اس سوسائٹی کا سب سے بڑا انعام کوپلے (COPLEY) میڈل بھی آپ کو پیش کیا گیا۔ آپ انسٹی ٹیوٹ آف فزکس کے بھی اعزازی ممبر تھے۔
۱۹۸۰ء کے عشرے کے وسط سے آپ کو اعصابی تکلیف شروع ہوئی جو رفتہ رفتہ بڑھتی گئی۔ اور زندگی کو مشکل بناتی رہی۔ لیکن آپ نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔ آپ پیچھے نہیں ہٹے۔ نظری طبیعات میں نئے سنئے افکار پہ تحقیقی کام جاری رکھا۔ اور تیسری دنیا کی بہتری کے لئے کام کرتے رہے۔
آپ نے سلامتی کے ساتھ آکسفورڈ میں اپنے گھر میں علی الصبح ۲۱۔ نومبر ۱۹۹۶ء کو رحلت فرمائی۔

بقیہ: حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب

حضرت سیٹھ صاحب کی وفات:۔ بمبئی میں حضرت سیٹھ صاحب کی دکان بہت موقعہ پہ تھی۔ کاروبار خوب چلتا تھا۔ پرچون بھی اور تھوک بھی۔ ۱۹۳۸ء میں آپ نے کولمبو میں بھی کاروبار شروع کیا اور اپنے بیٹے آدم اسماعیل صاحب اور ہاشم اسماعیل صاحب کو وہاں بھجوایا۔ مگر ۱۹۴۲ء میں جاپان کی بمباری میں دونوں بھائیوں کو جان بچا کر نکلنا پڑا۔ پھر اسی سال بوجہ خسارہ بمبئی میں بھی کاروبار بند کرنا پڑا۔ کاروبار بگڑنے سے آپ کو بہت صدمہ ہوا مگر آپ نے اس صدمہ کو صبر سے برداشت کیا۔
تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۸ء میں آپ کراچی آگئے تھے۔ ۱۹۵۳ء میں آپ کی صحت کمزور ہونا شروع ہوئی بالآخر ۷۔ دسمبر ۱۹۵۷ء کو کراچی ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ اور کراچی کے میمن برادری کے قبرستان میں تدفین ہوئی (نوٹ: اگر کوئی دوست آپ کی قبر کی معین طور پہ نشاندہی کر سکیں تو وہ ادارہ انصاراللہ کو بھی مطلع فرمائیں) آپ موصی بھی تھے اس لئے آپ کا کتبہ یادگار بہشتی مقبرہ قادیان میں نصب کیا گیا۔
آپ نے پانچ شادیاں کیں۔ آپ کے چار بیٹے آپ کی یادگار تھے جو کراچی میں کاروبار کرتے رہے۔
(الفضل ۲۹۔ جنوری ۱۹۵۸ء)

تصحیح
ماہنامہ انصاراللہ فروری ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۵ کی سطر ۶ اور ۱۷ پر "حضرت جعفر بن طیارؓ" کے الفاظ کی بجائے حضرت جعفر طیارؓ۔ درست فرمالیں۔ (ادارہ)

”کامل علم کا ذریعہ خدائے تعالیٰ کا الہام ہے“

ہدایت کا سچّا نُور آسمان سے ہی اُترتا ہے

سیّدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السّلام فرماتے ہیں :۔

”اے عزیزو! اے پیارو! کوئی انسان خدا کے ارادوں میں اُس سے لڑائی نہیں کر سکتا یقیناً سمجھ لو کہ کامل علم کا ذریعہ خدائے تعالیٰ کا الہام ہے جو خدائے تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔ پھر بعد اس کے اُس خدائے جو دریائے فیض ہے یہ ہرگز نہ چاہا کہ آئندہ اس الہام کو مُہر لگادے اور اس طرح پر دنیا کو تباہ کرے بلکہ اس کے الہام اور مکالمے اور مخاطبے کے ہمیشہ دروازے کھُلے ہیں۔ ہاں ان کو اُن کی راہوں سے ڈھونڈو۔ تب وہ آسمان سے تمہیں ملیں گے۔ وہ زندگی کا پانی آسمان سے آیا اور اپنے مناسب مقام پر ٹھہرا۔ اب تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔ تا تم اس پانی کو پی سکو۔ یہی کرنا چاہیئے کہ اُفتاں وخیزاں اُس چشمہ تک پہنچو۔ پھر اپنا مُنہ اس چشمہ کے آگے رکھ دو تا اس زندگی کے پانی سے سیراب ہو جاؤ۔ انسان کی تمام سعادت اسی میں ہے کہ جہاں روشنی کا پتہ لگے اُسی طرف دوڑے اور جہاں اس گم گشتہ دوست کا نشان پیدا ہو اُسی راہ کو اختیار کرے دیکھتے ہو کہ ہمیشہ آسمان سے روشنی اُترتی اور زمین پر پڑتی ہے اسی طرح ہدایت کا سچّا نُور آسمان سے ہی اُترتا ہے۔ انسان کی اپنی ہی باتیں اور اپنی ہی اٹکلیں سچا گیان اس کو نہیں بخش سکتیں۔ کیا تم خدا کو بغیر خدا کی تجلّی کے پا سکتے ہو؟ کیا تم بغیر اس آسمانی روشنی کے اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو؟ اگر دیکھ سکتے ہو تو شاید اس جگہ بھی دیکھ لو۔ مگر ہماری آنکھیں گو بینا ہوں تاہم آسمانی روشنی کی محتاج ہیں اور ہمارے کان گو شنوا ہوں تاہم اس ہوا کے حاجت مند ہیں جو خدا کی طرف سے چلتی ہے وہ خدا سچا خدا نہیں ہے جو خاموش ہے اور سارا مدار ہماری اٹکلوں پر ہے بلکہ کامل اور زندہ خدا وہ ہے جو آپ اپنے وجود کا پتہ دیتا رہا ہے اور اب بھی اُس نے یہی چاہا کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دیوے۔ آسمانی کھڑکیاں کھُلنے کو ہیں۔ عنقریب صبح صادق ہونے والی ہے۔ مبارک وہ جو اُٹھ بیٹھیں اور اب سچے خدا کو ڈھونڈیں وہی خدا جس پر کوئی گردش اور مصیبت نہیں آتی جس کے جلال کی چمک پر کبھی حادثہ نہیں پڑتا قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یعنی خدا ہی ہے جو ہر دم آسمان کا نُور اور زمین کا نُور ہے۔ اس سے ہر ایک جگہ روشنی پڑتی ہے۔ آفتاب کا وہی آفتاب ہے۔ زمین کے تمام جانداروں کی وہی جان ہے۔ **سچّا زندہ خدا وہی ہے مبارک وہ جو اس کو قبول کرے۔**“　（ اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۳ ）

وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت اونچی ہو گئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرتؐ کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی۔ کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ تب اُسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔ وَالحمدُ لِلّٰہِ علیٰ ذٰلِکَ۔" (براہین احمدیہ جلد اوّل)

ایک اور رویاء میں بتایا گیا۔ فرمایا:۔

"ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطّر ہو گیا۔ اُسی رات خواب میں دیکھا آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان پر لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں کہ جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔ اور ایسا ہی ایک قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاءِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیاءِ دین کے جوش میں ہے۔ لیکن ہنوز ملاءِ اعلیٰ پر شخص مُحیِی کے تعیّن ظاہر نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اس اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیِی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا ھٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسولؐ ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقّق ہے۔"

(براہین احمدیہ جلد اوّل)

ان کشوف و رویاء سے ظاہر ہے کہ دین حق کے لئے جس مُحیِی و مصلح کا ذکر ہے وہ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا مبارک وجود تھا۔ اور اسی مبارک وجود کے ہاتھ پر مخلصین اصرار و شوق سے بیعت کے منتظر تھے۔

حضرت اقدس نے ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں شرائط بیعت کا اعلان کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ استخارہ مسنونہ کے بعد بیعت کے لئے حاضر ہوں۔ ۴۔ مارچ کے ایک اور اشتہار میں مخلصین کو ۲۰۔ مارچ تک لدھیانہ پہنچنے کی ہدایت فرمائی۔ اس طرح بیعت اولیٰ ۲۳۔ مارچ ۱۸۸۹ء کو چالیس پاکیزہ نفوس کے ذریعہ ہوئی۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے غلبہ و استیلاء کی خبر دیتے ہوئے خدا نے وعدہ فرمایا

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ

کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے......" (تجلیاتِ الٰہیہ)

یہ وہ مبارک دن ہے جس کی صدیوں سے انتظار تھی۔ یہ آغاز تھا ایک عظیم انقلاب کا۔ خدا کرے ہم اس موعود غلبہ کے لئے دامے درمے قدمے سخنے جدوجہد کرتے چلے جائیں۔

سلسلہ احمدیہ کے نامور جید عالم - مستجاب الدعوات وجود

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر کی رحلت

جماعت احمدیہ کے جیّد عالم اور بزرگ واقفِ زندگی، ذوقِ عبادات اور دعا کا خاص شغف رکھنے والے وجود حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۹۷ء کو بعمر ۸۸ سال ربوہ میں رحلت فرما گئے۔ آپ نہایت متقی اور عابد و زاہد اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔

آپ ۱۹۰۹ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد (محترم مہر غلام حسن صاحب) نے ولادت سے قبل ہی آپ کو وقف کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں مولوی فاضل پاس کیا۔ جس کے بعد آپکی عملی زندگی کا آغاز ہوا۔ اور جنوبی ہندوستان میں ایک وفد کے ساتھ دورہ کیا۔ پھر ۱۹۳۵ء سے ۱۹۶۱ء تک مغربی افریقہ میں نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ آپ نے غانا میں ۲۳ سال نہایت محنت و مشقت سے کام کیا اور نامساعد اور صبر آزما حالات میں گزارے۔ مرکز سلسلہ میں بھی مختلف انتظامی امور۔ قائمقام وکیل التبشیر۔ نائب وکیل التبشیر۔ ناظم دارالقضاء اور قائمقام وکیل اعلیٰ، وکیل التعلیم کی حیثیت سے ادا کئے۔ ۱۹۶۹ء سے مجلس تحریک جدید کے رکن کا اعزاز حاصل رہا اور وفات کے وقت تک نائب صدر مجلس تحریک جدید کے عہدہ پر متعین رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ..... کا ارشاد یکم جنوری ۱۹۴۲ء۔ "وہ اکیلے کئی ہزار کی جماعت کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ پھر انکی قربانی اس لحاظ سے بھی خصوصیت رکھتی ہے کہ وہ آنریری طور پر کام کر رہے ہیں جماعت انکی کوئی مدد نہیں کرتی ....." خاص اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت مولانا موصوف اپنی بے لوث خدمات اور ایک کامیاب داعی الی اللہ کی حیثیت سے ہمارے لئے ایک اعلیٰ مثال ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات اپنے قرب میں بڑھاتا چلا جائے۔ اور آپ کے خاندان اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امام الکلام

اس زمانے کا حصنِ حصین مَیں ہُوں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔ اگرچہ مَیں جانتا ہوں کہ مَیں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے۔ اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن مَیں اس خدمت کیلئے معیّن طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔ میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے، کہ مَیں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ مَیں دنیا سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اُس عالم کا حصّہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے مَیں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصّہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دُور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانے کا حصنِ حصین مَیں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے۔ وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے۔ ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا ہے۔ اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اُس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نفسِ مزکّی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔ تب وہ اسکے نفس کی دوزخ کے اندر اپنا پَیر رکھ دیتا ہے تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گویا اُس میں کبھی آگ نہیں تھی۔ تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی رُوح اس میں سکونت کرتی ہے اور ایک تجلّیٔ خاص کے ساتھ ربّ العالمین کا استویٰ اُس کے دل پر ہوتا ہے۔ تب پُرانی انسانیت اس کی جل کر ایک نئی اور پاک انسانیت اس کو عطا کی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ بھی ایک نیا خدا ہو کر نئے اور خاص طور پر اس سے تعلق پکڑتا ہے اور بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان اسی عالم میں اس کو مل جاتا ہے۔"

(فتح اسلام - رُوحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۴)

کلام الامام

"اس دَور کا انقلاب اخلاقِ حسنہ سے وابستہ ہے"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ - نومبر ۱۹۹۶ء میں فرماتے ہیں :-

"اس دَور کی کایا پلٹنی ہے تو اعلیٰ اخلاقی نمونوں سے پلٹی جائے گی محض باتوں سے یہ عظیم کارنامہ جو آپ کے سپرد ہے یہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اس پر عمل ناممکن ہے۔ یہ ایک ہی پروگرام ہے کہ اپنے اخلاق کو بہت اعلیٰ درجہ کے اخلاق بنائیں جو عملی زندگی میں تمام ماحول کو روشن کرنے لگیں ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیں ..... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کے بعد سب سے زیادہ انقلابی طاقت آپؐ کا خُلق بیان فرمائی ہے۔ یہ خُلقِ محمدیؐ تھا جس نے لازماً غالب آنا تھا۔ اور اجنبی دنیا میں جب ایک اجنبی اُترتا ہے تو شروع میں اس کی مخالفت ہوتی ہے وہ عجیب باتیں کرتا ہے۔ عجیب ادائیں دکھاتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم میں سے نہیں ہے اس لئے اسے اپنے سے نکال باہر پھینکو۔ مگر بنیادی طور پر انسانی فطرت کی گہرائی میں حسنِ خُلق کے تقاضے ایسے داخل ہیں کہ کوئی دنیا کی طاقت انہیں مٹا نہیں سکتی۔ بدسے بد سوسائٹی میں بھی دل کے اندر کی آواز یہی ہے کہ کاش اس ماحول کو حسنِ خُلق روشن کر دیتا۔ کاش ہمارے دن بدل جائیں، کاش ہمارا فساد امن میں تبدیل ہو جائے ..... دل کی اس آواز کو انبیاء کے خُلق اُبھارتے ہیں اور بالآخر دل کی یہ آواز جیتا کرتی ہے ......

..... میں بتاتا ہوں کہ کس طرح ہمارا سفر گھروں سے شروع ہو گا۔ جب تک ہمارے گھروں میں اخلاقِ حسنہ کے نمونے جاری نہ ہوں۔ جب تک خاوند اور بیوی کے درمیان، باپ اور بیٹی کے درمیان اور باپ اور بیٹوں کے درمیان ایک جنت کا سا معاشرہ قائم نہ ہو اور اخلاقِ حسنہ کے پاک نمونے گھروں میں جاری نہ ہوں اس وقت تک یہ دعویٰ کہ ہم دنیا کو تبدیل کر دیں گے محض ایک جنت الحمقا میں بسنے والی بات ہے ......

..... اس دَور کا انقلاب اخلاقِ حسنہ سے وابستہ ہے کیونکہ مجھے کامل یقین ہے کہ دنیا کو آج سب سے زیادہ اخلاق کی پیاس ہے۔ دلائل کی دنیا میں تو ہر انسان یہ طاقت ہی نہیں رکھتا کہ بڑے بڑے اہل علم اور اہل فضل پر غالب آسکے ...... ایک عام سادہ لوح انسان کیلئے اور ایک مخلص احمدی کیلئے جس نے بات بھی دنیا کے برعکس کرنی ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ ان لوگوں کو سمجھا کر ان کو مغلوب کر سکے۔ لیکن ایک چیز ہے جو دنیا کے پاس نہیں وہ اخلاقِ حسنہ ہیں۔ ایک چیز ہے جس کی پیاس دنیا میں بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ پس آج اخلاقِ حسنہ سے آپ بڑے بڑے علماء اور اہل علم و فضل کے مونہہ بند نہیں کر سکتے مگر ان کے کردار تبدیل کر سکتے ہیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل، ۷ جنوری ۱۹۹۷ء)

عربی منظوم کلام

اِنِّیْ صَدُوْقٌ مُصْلِحٌ مُتَرَدِّمٌ ٭ سَمٌّ مُعَادَاتِیْ وَسِلْمِیْ أَسْلَمُ

مَیں صادق ہوں اور مصلح ہوں اور میری دشمنی زہر ہے اور میری صلح سلامتی ہے

اِنِّیْ اَنَا الْبُسْتَانُ الْهُدٰی ٭ تَاْتِیْ اِلَیَّ الْعَیْنُ لَاتَتَصَرَّمُ

مَیں باغِ ہدایت ہوں ۔ میری طرف وہ چشمہ آتا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا

رُوْحِیْ لِتَقْدِیْسِ الْعَلِیِّ حَمَامَةٌ ٭ اَوْعَنْدَلِیْبٌ غَارِدٌ مُتَرَنِّمُ

میری روح خدا کی تقدیس کے لئے ایک کبوتر ہے یا بلبل ہے جو خوش آوازی سے بول رہا ہے

مَا جِئْتُکُمْ فِیْ غَیْرِ وَقْتٍ عَابِثًا ٭ قَدْ جِئْتُکُمْ وَالْوَقْتُ لَیْلٌ مُظْلِمُ

مَیں تمہارے پاس بے وقت نہیں آیا مَیں اس وقت آیا کہ ایک اندھیری رات تھی

صَارَتْ بِلَادُ الدِّیْنِ مِنْ جَدْبٍ غَنَا ٭ اَقْوٰی وَاَقْفَرَ بَعْدَ رَوْضٍ تَعْلَمُ

دین کی ولایت قحط کے باعث جو غالب آگیا خالی ہوگئی بعد اس کے جو ایک باغ کی طرح تھی

هَلْ بَقِیَ قَوْمٌ خَادِمُوْنَ لِدِیْنِنَا ٭ اَمْ هَلْ رَئَیْتَ الدِّیْنَ کَیْفَ یُحَطَّمُ

کیا وہ قوم باقی ہے جو ہمارے دین کی خدمت کرے اور کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ دین کو کس طرح مسمار کیا جاتا ہے

فَاللّٰهُ اَرْسَلَنِیْ لِاُحْیِیَ دِیْنَهٗ ٭ حَقٌّ فَهَلْ مِنْ رَاشِدٍ یَسْتَسْلِمُ

سو خدا نے مجھے بھیجا تا کہ مَیں اس کے دین کو زندہ کردوں یہ سچ ہے پس کیا کوئی ہے جو اطاعت کرے

جَهْدُ الْمُخَالِفِ بَاطِلٌ فِیْ اَمْرِنَا ٭ سَیْفٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ لَایَتَثَلَّمُ

مخالف کی کوشش ہمارے امر میں باطل ہے ۔ یہ خدا کی تلوار ہے جس میں رخنہ نہیں ہوسکتا

(حجۃ اللہ ۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صـ ۲۲۱)